.. اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۱ | جمعہ ۹ دسمبر ۱۹۹۴ء | شمارہ ۴۹

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ وقت ہے کہ سابقون میں داخل ہو جاؤ یعنی ہر نیکی کے کرنے میں سبقت لے جاؤ۔ اعمال ہی کام آتے ہیں۔ نری لاف و گزاف کسی کام کی نہیں

"خیر اصل بات یہ ہے کہ انسان کو اپنی صفائی کرنی چاہئے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کہ میں نے بیعت کر لی ہے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ جب تک عملی طور سے کچھ کر کے نہ دکھلایا جاوے صرف زبان کچھ نہیں بتا سکتی۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ "لم تقولون مالا تفعلون۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون" (الصف: ۳)۔ یہ وقت ہے کہ سابقون میں داخل ہو جاؤ یعنی ہر نیکی کے کرنے میں سبقت لے جاؤ۔ اعمال ہی کام آتے ہیں۔ زبانی لاف و گزاف کسی کام کی نہیں۔ دیکھو حضرت فاطمہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ فاطمہ اپنی جان کا خود فکر کر لے میں تیرے کسی کام نہیں آسکتا۔ بھلا خدا کا کسی سے رشتہ تو نہیں۔ وہاں یہ نہیں پوچھا جاوے گا کہ تیرا باپ کون ہے بلکہ اعمال کی پرسش ہوگی۔

انسان میں کئی قسم کے گناہ، کسل، کبر، سستیاں، اور باریک در باریک گناہ ہوتے ہیں۔ ان سب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نفس انسان کے تین مرتبے بیان فرمائے ہیں۔ امارہ، لوامہ اور مطمئنہ۔ نفس امارہ تو ہر وقت انسان کو گناہ اور نافرمانی کی طرف کھینچتا رہتا ہے اور بہت خطرناک ہے۔ لوامہ وہ ہے کہ کبھی کوئی بدی ہو جاوے تو ملامت کرتا ہے۔ مگر یہ بھی قابل اطمینان نہیں ہے۔ قابل اطمینان صرف نفس کی وہ حالت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نفس مطمئنہ کے نام سے پکارا ہے اور وہی اچھا ہے۔ وہ اس حالت کا نام ہے کہ جب انسان خدا کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے۔ اسی حالت میں آکر انسان گناہ کی آلائش سے پاک کیا جاتا ہے۔ یہی ایک گناہ سوز حالت ہے اور اسی درجہ کے انسانوں کے ساتھ برکات کے وعدے ہوئے ہیں۔ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا ہے اور حقیقی نیکی اور پاکی صرف انہیں کا حصہ ہوتی ہے۔

صرف زبان کا اقرار تو خدا تعالیٰ کے نزدیک کچھ چیز ہی نہیں۔ ہم نے اکثر ہندو دیکھے ہیں کہ خیانت کرتے ہیں، کم تولتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں۔ دنیا کی محبت میں مرے جاتے ہیں مگر زبان سے دوسری طرف یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ اجی صاحب دنیا فانی ہے ناپائیدار ہے۔

پس تم ایسے ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ کے ارادے تمہارے ارادے ہو جاویں۔ اسی کی رضا میں رضا ہو۔ اپنا کچھ بھی نہ ہو۔ سب کچھ اس کا ہو جاوے۔ صفائی کے یہی معنے ہیں کہ دل سے خدا تعالیٰ کی عملی اور اعتقادی مخالفت اٹھا دی جاوے۔ خدا تعالیٰ کسی کی نصرت نہیں کرتا۔ جب تک وہ خود نہیں دیکھتا کہ اس کا ارادہ میرے ارادے اور اس کی مرضی میری رضا میں فنا نہیں ہے۔

میں کثرت جماعت سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ اب اگرچہ چار لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ مگر حقیقی جماعت کے معنے یہ نہیں ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صرف بیعت کر لی۔ بلکہ جماعت حقیقی طور پر جماعت کہلانے کی تب مستحق ہو سکتی ہے کہ بیعت کی حقیقت پر کاربند ہو۔ سچے طور سے ان میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جاوے اور ان کی زندگی گناہ کی آلائش سے بالکل صاف ہو جاوے۔ نفسانی خواہشات اور شیطان کے پنجے سے نکل کر خدا تعالیٰ کی رضا میں محو ہو جاویں۔ حق اللہ اور حق العباد کو فراخدلی سے پورے اور کامل طور سے ادا کریں۔ دین کے واسطے اور اشاعت دین کے لئے ان میں ایک تڑپ پیدا ہو جاوے۔ اپنی خواہشات اور ارادوں، آرزوؤں کو فنا کر کے خدا کے بن جاویں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گمراہ ہو پر جسے میں ہدایت دوں۔ تم سب اندھے ہو مگر وہ جس کو میں نور بخشوں۔ تم سب مردے ہو مگر وہی زندہ ہے جس کو میں روحانی زندگی کا شربت پلاؤں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کی ستاری ڈھانکے رکھتی ہے ورنہ اگر لوگوں کے اندرونی حالات اور باطن دنیا کے سامنے کر دئے جاویں تو قریب ہے کہ بعض بعض کے قریب تک بھی جانا پسند نہ کریں۔ خدا تعالیٰ بڑا ستار ہے انسانوں کے عیوب پر ہر ایک کو اطلاع نہیں دیتا۔ پس انسان کو چاہئے کہ نیکی میں کوشش کرے اور ہر وقت دعا میں لگا رہے۔

(ملفوظات جلد ۱۰ صـ ۱۳۵، ۱۳۶)

مختصرات

مختصرات کے عنوان سے ہر ہفتہ قارئین الفضل کی خدمت میں یہ کالم پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اس میں تفصیل کا موقع نہیں ہوتا۔ مقصد یہ ہے کہ قارئین الفضل کو ان موضوعات کا علم ہو سکے جن پر حضور انور نے پروگرام "ملاقات" میں اظہار خیال فرمایا ہے۔
گزشتہ ہفتہ کی مختصر رپورٹ حسب ذیل ہے۔

ہفتہ ۱۹ نومبر ۱۹۹۴ء:

آج کے پروگرام "ملاقات" میں بعض عرب دوستوں کے ساتھ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجلس سوال و جواب ہوئی۔ گزشتہ مجلس سوال و جواب کے تسلسل میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ آیت "ولو تقول علینا بعض الاقاویل ○ لاخذنا منہ بالیمین ○" (سورہ الحاقہ: ۴۵ تا ۴۸)، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفار کو دی۔ اور فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص نے نبوت کا غلط دعویٰ کیا ہو اور خدا تعالیٰ نے اسے پکڑا نہ ہو۔ بلکہ اس کے برعکس سچے نبی کی سب ہی شدت کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں اور اس مخالفت کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا اور اسے غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اور اسی طرح سے یہ آیت صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی دلیل بنتی ہے۔ پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی روشنی میں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔

☆ یہ سوال بھی کیا گیا کہ سورہ التوبہ کی آیت "واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریء من المشرکین ورسولہ" (التوبہ: ۳)۔ میں ذکر ہے کہ آئندہ خانہ کعبہ میں بت نہیں ہونگے تو کیا اس میں مستقبل کے بارہ میں پیش گوئی ہے؟

اتوار ۲۰ نومبر ۱۹۹۴ء:

ینگ لجنہ اور بچوں کے ساتھ مجلس سوال و جواب ہوئی جس میں مندرجہ ذیل سوالات کئے گئے۔

(۱) بعض معین اوقات میں ہم نوافل کیوں نہیں ادا کر سکتے؟

(۲) اللہ تعالیٰ نے الہامی کتب میں سے صرف قرآن کریم کی ہی حفاظت کا وعدہ کیوں فرمایا؟

(۳) اگر کوئی لڑکی کسی مشکل میں ہو یا اسے کوئی مسئلہ درپیش ہو اور وہ اس کا ذکر اپنی سہیلی سے کرے تو کیا یہ غیبت ہوگی؟

(۴) "ولتنظر نفس ماقدمت لغد" (سورہ الحشر: ۱۹) کے تحت کونسی نیکیاں ہیں جو آگے خدا تعالیٰ کے حضور جا سکتی ہیں؟

(۵) کہا جاتا ہے کہ مغرب و عشاء کی نمازیں اگر عشاء کے وقت ملا کر پڑھی جائیں تو سنتیں نہیں پڑھتے۔ لیکن اگر یہ دونوں نمازیں مغرب کے وقت ملا کر پڑھی جائیں تو کیا اس صورت میں سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں؟

(۶) سانپ کے دم کے متعلق حضور انور کا کیا خیال ہے؟

(۷) جب ہم کہتے ہیں کہ دنیا ختم ہو جائے گی تو کیا صرف انسان ختم ہونگے یا ہر جاندار جو اس زمین پر ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا؟

سوموار و منگل، ۲۱ اور ۲۲ نومبر ۱۹۹۴ء: حسب پروگرام ان دو دنوں میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بالترتیب ہومیوپیتھی کی ۴۵ ویں اور ۴۶ ویں کلاس لی۔

بدھ، ۲۳ نومبر ۱۹۹۴ء: آج تعلیم القرآن کلاس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۲ تا ۱۸۹ کا ترجمہ اور مختصر ضروری تشریح سکھائی۔

جمعرات، ۲۴ نومبر ۱۹۹۴ء پروگرام "ملاقات" کے تحت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم القرآن کلاس لی جس میں سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۰ تا ۲۰۰ کا ترجمہ اور ضروری تشریح فرمائی۔

جمعۃ المبارک، ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء: ملاقات پروگرام میں عربوں کے ساتھ مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں حسب ذیل سوالات کئے گئے: (۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو پیش گوئیوں مثلاً "یصلون علیک ابدال الشام وصلحاء العرب" اور "بلاء دمشق یعقبہ بلاء آخر۔ سرک سری" سے کیا مراد ہے؟

(۲) اگر مسلمان علماء متحد نہ ہوئے اور احمدیت قبول نہ کی تو مسلمانوں کا انجام کیا ہوگا؟

(۳) عرب میں بعض مسلمان ایسے ہیں جو نیک بھی ہیں، اسلامی احکام پر عمل کرتے ہیں اور قرآن کریم اور سنت کی اتباع کرتے ہیں لیکن احمدی ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تو ان کو کیسے سمجھایا جائے؟

(۴) سورہ یوسف کی آیت "ویجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث.. الخ (یوسف: ۷) میں
ا۔ نعمت کا لفظ استعمال ہوا ہے کیا سورہ فاتحہ میں لفظ انعمت کی طرح یہاں بھی اس کے معانی نبوت کے ہیں؟ ب۔ اسی آیت میں تاویل الاحادیث کے الفاظ آئے ہیں ان سے کیا مراد ہے؟

(ع۔ م۔ ر)

اداریہ

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آخری زمانہ میں مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب وہ ظاہر ہوگا تو "یحی الدین ویقیم الشریعۃ" وہ دین کو زندہ کرے گا اور شریعت کو قائم کرے گا۔ آپ کا یہ ارشاد مبارک اپنے اندر بہت سے مضامین لئے ہوئے ہے۔ اس میں یہ مضمون بھی شامل ہے کہ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کا ظہور اس وقت ہوگا جبکہ دین گویا مردہ کی طرح ہوگا اور لوگ دین کی حقیقت اور اس کی اغراض سے غافل ہونگے اور اسلام صرف نام کا باقی رہ جائے گا اور شریعت پر سے لوگوں کا عمل اٹھ چکا ہوگا۔ ایسے وقت میں مسیح موعودؑ کا ظہور ہوگا اور ان کے ذریعہ احیاء دین کا کام انجام پائے گا۔

"یحی الدین" کے الفاظ میں یہ امر بھی داخل ہے کہ مسیح موعودؑ کوئی نیا دین دنیا کے سامنے پیش نہیں کریں گے بلکہ وہ "الدین" یعنی دین اسلام ہی کا از سر نو احیاء کریں گے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے "الدین" کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ "ان الدین عند اللہ الاسلام" (آل عمران : ۲۰) یعنی سچا اور حقیقی اور کامل دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔ حدیث کے ان مبارک الفاظ میں یہ بھی بیان فرما دیا گیا ہے کہ مسیح موعودؑ دین اسلام کی جو تشریح و تعبیر بیان فرمائیں گے وہی حقیقی اسلام پر مشتمل ہوگی اور صرف ان کی بیان کردہ تفسیر او توضیح اسلام ہی ہے جس کے ذریعہ سے اسلام کو ایک نئی زندگی عطا ہوگی اور گویا دین اسلام پر ایک تازگی اور بہار جائے گی۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ اسلام کی حالت نہایت کمزو ہو چکی تھی۔ آپ فرماتے ہیں:

"خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے تا کہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملوں سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباعت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں"۔

ان حالات میں آپ نے احیاء اسلام کی اس عظیم الشان مہم کا آغاز فرمایا اور فرمایا:

"...... زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔ زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلاواسطہ ملہم کر سکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلاواسطہ ملہم کو دیکھ سکیں۔ سو میں تمام دنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔ وہ مردے ہیں نہ خدا جن سے اب کوئی ہمکلام نہیں ہو سکتا۔ اس کے نشان نہیں دیکھ سکتا۔ .... سچا مذہب کبھی خشک قصہ نہیں بن سکتا۔ سو اسلام سچا ہے۔ میں ہر ایک کو کیا عیسائی کیا آریہ کیا یہودی اور کیا برہمو اس سچائی کے دکھلانے کے لئے بلاتا ہوں۔ کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا زندہ خدا ہے۔ وہ ہماری مدد کرتا ہے وہ اپنے الہام اور کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔ اگر دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک کوئی عیسائی طالب حق ہے تو ہمارے زندہ خدا اور اپنے مردہ خدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے"۔

(تبلیغ رسالت جلد ششم)

اسی طرح آپ نے اپنی تصنیف تریاق القلوب میں تمام مذاہب کو للکارتے ہوئے فرمایا:

"...... میرے مقابل پر کسی مخالف کو تاب و تواں نہیں کہ اپنے دین کی سچائی ثابت کر سکے میرے ہاتھ سے آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور میرے قلم سے قرآنی حقائق اور معارف چمک رہے ہیں۔ اٹھو اور تمام دنیا میں تلاش کرو کہ کیا کوئی عیسائیوں میں سے یا سکھوں میں سے یا یہودیوں میں سے یا کسی اور فرقہ میں سے کوئی ایسا ہے کہ آسمانی نشانوں کے دکھلانے اور معارف اور حقائق کے بیان کرنے میں میرا مقابلہ کر سکے۔ میں وہی ہوں جس کی نسبت یہ حدیث صحاح میں موجود ہے کہ اس کے عہد میں تمام ملتیں ہلاک ہو جائیں گی مگر اسلام کہ وہ ایسا چمکے گا جو درمیانی زمانوں میں کبھی نہیں چمکا ہوگا"۔ (تریاق القلوب)

مسیح موعود اور مہدی معہود کے متعلق "یحی الدین" کے مبارک الفاظ میں یہ بھی بشارت ہے کہ سچے اور کامل دین اسلام کا احیاء صرف مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہوگا۔ دوسرے لوگ احیاء اسلام کے لئے اگر کسی قسم کی کوششیں کریں گے بھی تو ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکیں گی۔ احیاء دین اسلام کے لئے صرف وہی طریق کار، وہی پالیسی، وہی لائحہ عمل، وہی طرز استدلال مفید اور کارگر ثابت ہوگی جو خدا کے حکم سے مسیح موعود علیہ السلام اختیار فرمائیں گے اور ان کے مقابل پر کوئی اور سکیم اور منصوبہ احیاء دین کا کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی زندگی کے لئے کون سا طریق پیش فرمایا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: "... سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

احادیث النبی ﷺ

عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اَسْاَلُ فِيهَا فَقَالَ اَقِمْ حَتّٰى تَاْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا؛ ثُمَّ قَالَ: يَا قَبِيصَةُ اَنَّ الْمَسْاَلَةَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ : سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتّٰى يَقُولَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ. فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْاَلَةُ حَتّٰى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ اَوْ قَالَ: سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ. فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ يَاْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا. (مسلم، کتاب الزکوۃ من تحل له المسألة)

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

حضرت قبیصہ بن مخارقؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کے قرض کی ذمہ داری اٹھائی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بارہ میں آپؐ سے مدد کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا صدقہ کا مال آنے تک ٹھہرو، پھر ہم اس بارہ میں تمہارے لئے حکم کر دیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے قبیصہ! تین آدمیوں کے سوا کسی کے لئے مانگنا جائز نہیں۔ ایک وہ آدمی جس نے کسی مصیبت زدہ کی ذمہ داری اٹھائی ہے اسے مانگنے کی اجازت ہے تا کہ وہ اس ذمہ داری کو پورا کر سکے۔ اور پھر اس کے بعد وہ باز آ جائے۔ دوسرے وہ جس پر کوئی ایسی مصیبت آ پڑے جس نے اس کے مال کو تباہ و برباد کر دیا ہو، اس کے لئے بھی سوال کرنا جائز ہے۔ تا کہ بقدر کفایت اپنا گزارہ چلا سکے۔ تیسرے وہ جس پر فاقہ کی نوبت آ گئی ہو حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین سمجھ دار اور معتبر آدمی اس بات کی تصدیق کریں کہ وہ بھوکوں مر رہا ہے۔ اس کے لئے بھی مانگنا جائز ہے تا کہ وہ گزر اوقات کر سکے۔ اس کے سوا جو مانگنا ہے اے قبیصہ! وہ حرام ہے جسے وہ مانگنے والا حرام کے طور پر کھاتا ہے۔

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

دشمن مرا جس شے کا ارادہ بھی کرے ہے
وہ ظلم دل خانماں زادہ بھی کرے ہے

مرہم بھی وہ زخموں پہ بہت رکھے ہے لیکن
ہر زخم کو کچھ اور کشادہ بھی کرے ہے

قرطاس کو بس وقف نوشتن نہیں رکھتا
کاغذ کو ابھی صرف لبادہ بھی کرے ہے

ہم درد بہت ہے وہ، مرے درد کو اکثر
تھوڑا ہی نہیں کرتا، زیادہ بھی کرے ہے

کرتا تو نہیں قتل، مگر میرے لہو کا
چھڑکاؤ بہ ہر منزل و جادہ بھی کرے ہے

آئینہ پہ اترائی ہوئی پھرتی ہے دنیا
آئینہ تو چہروں کا اعادہ بھی کرے ہے

ذہنوں میں جو رینگے ہے تعصب کا وہ کیڑا
دیمک ہے جو لکڑی کو برادہ بھی کرے ہے

تریاق ہے اس دور کے زہروں کا فقط علم!
وہ علم جو ذہنوں کو کشادہ بھی کرے ہے

اس شخص کے بگڑے ہوئے اطوار کا چرچا
خنجر ہی نہیں، غمزہ سادہ بھی کرے ہے

(پرویز پروازی)

شیعہ فن حدیث کی تاریخ

(مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی مرحوم)

شیعہ صاحبان نہ اہل سنت والجماعت کے علماء حدیث کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ان کی مدون کی ہوئی کتابوں کو صحیح سمجھتے ہیں۔ ان کا فن حدیث سنیوں سے بالکل الگ۔ ان کے علماء حدیث سنیوں سے بالکل علیحدہ اور ان کی کتب احادیث اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے بالکل جدا ہیں۔ اس مضمون میں ہم شیعہ فن حدیث کی مختصر تاریخ شیعہ حضرات کی مستند تالیفات سے اخذ کر کے بیان کرتے ہیں۔

شیعہ اعتقاد کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مقدسہ اور ارشادات متبرکہ کو جمع اور مدون کرنے کا شرف سب سے پہلے امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہوا۔ حضرت امیر کا مرتب کردہ یہ صحیفہ بڑا مفصل اور کافی طویل تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چار مختلف دستاویزات کا مجموعہ تھا جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) جدول زکوٰۃ : زکوٰۃ کے متعلق تمام احکام و ہدایات۔

(۲) مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے کا اعلان (یعنی مدینہ جبل عیر سے جبل ثور تک حرم ہے)۔

(۳) دستور مدینہ (مدینہ کے متعلق حضور علیہ السلام کا جاری کردہ فرمان اور دستور در سن ۵ ہجری)۔

(۴) خطبہ حجۃ الوداع۔

روایات میں اس بات کی وضاحت نہیں کہ یہ احکام اور مسائل خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر کو لکھوائے تھے یا حضرت امیر نے اپنی یادداشت کے لئے خود ہی قلمبند کر لئے تھے مگر حضرت امام باقرؒ کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ "صحیفہ علیؓ" میں جو کچھ درج تھا وہ تمام و کمال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھوایا ہوا تھا۔

شیعہ صاحبان کا پختہ عقیدہ ہے کہ صحیفہ علیؓ (قرآن کریم کے بعد) اسلام میں سب سے پہلی مفصل کتاب ہے جو دوسری صدی ہجری تک آئمہ طاہرین کے پاس موجود رہی اور آج بھی حضرت امام عصر (یعنی امام غائب) کے پاس محفوظ ہے۔

حضرت علیؓ کے علاوہ جن صحابہ کرام نے اقوال رسولؐ جمع کئے ان میں شیعہ صاحبان تین بزرگوں کا نام لیتے ہیں۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو رافع اسلم قبطیؓ (غلام حضرت عباسؓ) آخرالذکر صحابی کے مرتب کردہ صحیفہ کا نام "کتاب السنن والاحکام" تھا جو اب ناپید ہے۔

حضرت علیؓ اور صحابہ کے بعد تابعین یا اصحاب آئمہ اہل بیت نے اس فن کی طرف توجہ کی اور ایک بڑا مجموعہ اقوال رسولؐ کا جمع کیا۔ ان میں سے بعض نمایاں حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت ابوالقاسم اصبغ بن نباتہ کوفی مجاشعی، حضرت عبداللہ بن ابی رافع، حضرت علی بن ابی رافع، حضرت عبیداللہ بن حر جعفی اور حضرت یعلی بن مرہ۔ اس عہد کی تالیفات کو شیعہ محدثین "اصول" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے ایسی کتب جنہیں مؤلفین نے آئمہ معصومین کی زبان سے سن کر جمع کیا ہو اور کسی کتاب سے نقل نہ کیا ہو۔

اس عہد میں جن "اصحاب اصول" نے روایات کو کتابی شکل میں جمع کیا ان کی تعداد چار سو بتائی جاتی ہے۔ اور یہ کتابیں "اصول اربعماۃ" کے نام سے مشہور ہیں۔ انہی کتابوں کو سامنے رکھ کر بعد میں آنے والے شیعہ علماء نے احادیث کے ضخیم مجموعے مرتب کئے۔

آئمہ طاہرین کے زمانہ میں شیعہ فن حدیث کی تاریخ کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) عہد حضرت امام زین العابدینؒ

آپ نے مدینہ میں حدیث و قرآن کا ایک حلقہ درس قائم فرمایا تھا جس سے بہت سے اصحاب نے فائدہ اٹھایا۔ خود آپ کے ملفوظات "صحیفہ کاملہ" کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت امام کے لائق شاگردوں میں سب سے زیادہ نامور بزرگ حضرت ابو حمزہ ثمالی ہوئے ہیں۔ علم حدیث میں آپ نے دو کتابیں لکھیں۔ ایک کتاب "النوادر" اور دوسری "رسالۃ الحقوق"۔ حضرت امام زین العابدین کا انتقال ۹۵ ہجری میں اور حضرت ابو حمزہ ثمالی کی وفات ۱۵۰ ہجری میں ہوئی۔

(۲) عہد حضرت امام محمدؒ باقرؒ

آپ کے عہد سے شیعہ تاریخ حدیث کا تیسرا دور شروع ہوا۔ آپ تمام عمر حدیث اور قرآن کا درس دیتے رہے۔ چنانچہ "الاسلام علی ضوء التشیع" میں صفحہ ۱۶۸ پر لکھا ہے کہ جابر بن عبداللہ جعفی نے آپ سے ستر ہزار روایتیں لیں۔ آپ کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی۔

(۳) عہد حضرت امام جعفر صادقؒ

آپ سے جن لوگوں نے علم حدیث کو حاصل کیا ان کی تعداد چار ہزار کے قریب ہے۔ آپ نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کے مخصوص شاگردوں میں زرارہ بن اعین بڑے مشہور محدث گذرے ہیں۔ علاوہ فن حدیث کے فاضل ہونے کے شاعر، ادیب، قاری، متکلم اور فقیہہ بھی تھے۔ "الاستطاعۃ والجبر" آپ کی مشہور کتاب ہے۔ آپ کے دوسرے مشہور شاگرد کا نام ابان بن تغلب تھا۔ فن حدیث پر جو کتاب انہوں نے لکھی تھی اس کا نام "کتاب الفضائل" ہے۔

(۴) عہد حضرت امام موسیٰ کاظمؒ

(وفات ۱۸۳ھ) آپ سے بھی بہت سے لوگوں نے حدیث کا درس لیا۔ ان میں سے زید نرس نے حدیث پر ایک کتاب لکھی۔

(۵) عہد حضرت امام رضاؒ

آپ کا انتقال ۲۰۳ھ میں ہوا۔ سینکڑوں تشنگان حدیث نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ "فقہ الرضا" اور "صحیفہ فی اصول الدین" آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔

(۶) عہد حضرت امام حسن عسکریؒ

آپ کا سال وفات ۲۶۰ھ ہے۔ آپ کے عہد میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ علی بن ابراہیم قمی، فرات کرنی اور ظریف بن ناصح آپ کے عہد کے مشہور محدث تھے۔

اس دور کے بعد جو بزرگ پیدا ہوئے ان میں شیعہ صاحبان کے بہت بڑے بڑے محدث گذرے ہیں جنہوں نے احادیث الرسولؐ کے بہت عظیم الشان ذخائر جمع اور مرتب کئے اور وہی آج تمام شیعی دنیا میں رائج اور مروج ہیں۔

ان "مجامیع" اور ان کے فاضل مؤلفین و مرتبین کی مختصر کیفیت ذیل میں بیان کی جاتی ہے:۔

○ (۱) اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت ابو جعفر احمد بن محمد برقی کا اسم گرامی آتا ہے۔ یہ صاحب بزرگ نہ صرف اعلیٰ پایہ کے محدث اور بلند پایہ فقیہہ تھے بلکہ ادب، تاریخ اور جغرافیہ میں بھی فاضل اور کامل تھے۔ یہ شخص اتنا بڑا فاضل تھا کہ صرف سیر و تاریخ میں اس کی تصنیفات کی تعداد بقول حموی صاحب معجم البلدان ایک سو کے قریب ہے مگر ان کتابوں کی وجہ سے ان کو کوئی خاص شہرت حاصل نہیں ہوئی۔ البتہ فن حدیث پر انہوں نے جو ضخیم تالیف "کتاب المحاسن" کے نام سے لکھی اس نے ان کے نام کو ساری شیعی دنیا میں مشہور کر دیا اور ان کی شہرت اور عظمت میں آج تک کمی نہیں آئی۔ ان کی یہ کتاب اسلامیات کی ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس کے ایک سو حصے تھے (فہرست نجاشی تالیف ابو العباس احمد المتوفی ۴۵۰ھ ۔ ۵۵) جن میں سے نوے حصوں کے نام "تاریخ تدوین حدیث" کے فاضل مصنف نے اپنی کتاب میں درج کئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی طول طویل کتاب جو کم از کم ۹۰ جلدوں پر مشتمل تھی نہ معلوم کس قدر ضخیم ہوگی۔ فی الحال اس کی صرف گیارہ جلدیں چھپی ہیں جن کے مجموعی طور پر ۶۴۴ صفحات ہیں اور کل احادیث کی تعداد ۲۷۰۶ ہے۔ حضرت ابو جعفر احمد نے بمقام شہر قم ۲۷۴ ہجری میں وفات پائی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کی رحلت کا سال ۲۸۰ھ ہے۔

○ (۲) اس سلسلہ میں دوسرا نام حضرت ثقۃ الاسلام شیخ ابو جعفر محمد کلینی کا ہے۔ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے جو شہرت و قبولیت آپ کو حاصل ہے وہ کسی اور شیعہ محدث کو حاصل نہیں۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں جو رتبہ حضرت امام بخاریؒ کا ہے شیعہ اصحاب کے نزدیک وہی درجہ حضرت شیخ کلینی کا ہے۔ اور صحاح ستہ میں جو امتیازی شان "صحیح بخاری" کو حاصل ہے شیعوں کی "کتب اربعہ" میں وہی حیثیت کلینی کی کتاب "کافی" کو حاصل ہے۔ حضرت شیخ کلینی نے یہ کتاب بیس سال کی لگاتار محنت و کاوش اور سینکڑوں کتابوں کے وسیع مطالعہ کے بعد لاکھوں روایتوں اور حدیثوں کی چھان بین کر کے مرتب کی۔ یہی وہ کتاب ہے جس کی تالیف کی بدولت شیعہ صاحبان کلینی کو "ثقۃ الاسلام" اور "مجدد صدی سوئم" کہتے ہیں۔

یہ کتاب تین بڑے حصوں میں مرتب ہوئی ہے۔

(الف) اصول ۔ اس میں عقائد کے متعلق احادیث ہیں۔

(ب) فروع ۔ اس میں تمام احکام و اعمال بیان کئے گئے ہیں۔

(ج) روضہ ۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ ہائے مبارکہ اور مختلف موقعوں کے خطبات عالیہ ہیں۔ پوری کتاب ۳۳ عنوانوں پر مشتمل ہے۔ ہر ایک عنوان "کتاب" ہے ہر کتاب کے مختلف "ابواب" ہیں۔ ہر باب کی ذیل میں اسی قسم کی احادیث جمع کی ہیں جو اس باب سے تعلق رکھتی ہیں۔ کل روایات و احادیث کی تعداد ۱۶ ہزار ایک سو ۹۹ ہے۔ (فرائد الرضویہ ۔ ۶۵۷)۔ ایک دوسری روایت میں یہی تعداد ۱۶ ہزار ۹ سو ۹۰ بتائی گئی ہے۔ (فہرست کتب خطی جواہر الکلام ۔ ۶۵)۔ "کافی" میں مندرجہ احادیث کی تشریح صاحب لولوۃ البحرین نے اس طرح کی ہے کہ اس میں صحیح احادیث ۵ ہزار ۷۲ ہیں، موثق ایک ہزار ایک سو اٹھارہ، قوی ۳۰۲ اور ضعیف ۹ ہزار ۴ سو ۸۵ احادیث نبویہ کا ضخیم مجموعہ اس لحاظ سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں میں کوئی کتاب اتنی لمبی چوڑی تالیف نہیں ہوئی تھی۔ بیس کے قریب اس کی شرحیں اور خلاصے اب تک چھپ چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ حضرت شیخ ابو جعفر محمد کلینی کا سال وفات ۳۲۹ھ ہے۔

○ (۳) شیعہ صاحبان کے تیسرے بڑے اور نامور محدث حضرت شیخ ابو جعفر صدوق ہیں جن کی وفات بمقام رے، ۳۸۱ھ میں ہوئی۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین اپنی کتاب "تاریخ تدوین حدیث" میں ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ مشاہیر حدیث و شیوخ اکابر میں "صدوق" کی شخصیت سورج کی طرح روشن اور چاند

CRAWFORD TRAVEL SERVICES
COMPETITIVE FARES TO PAKISTAN - INDIA - THE MIDDLE & FAR EAST - USA & CANADA BY PIA - AIR INDIA - BRITISH AIR - EMIRATE AIR - GULF AIR - KUWAIT AIR AND OTHER MAJOR AIRLINES
PHONE 071 723 2773
FAX 071 723 0502
Room 104, Chapel House
24 Nutford Place, London W1H

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC
CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD, BD8 8DP
PHONE 0274 724 331/ 488 446
FAX 0274 730 121

کی طرح ضوفشاں ہے۔ ان کا سوانحی پس منظر تابناک اور وطن اور گھرانہ نامور ہے۔ آپ کی تالیفات کی تعداد ۳۰۰ بیان کی گئی ہے۔ مگر جس کتاب نے آپ کو شہرت عام اور بقائے دوام کی عزت بخشی وہ "کتاب من لا یحضرہ الفقیہ" ہے۔ شیعہ صاحبان اس کتاب کا درجہ "کافی" کے بعد سب سے بلند مانتے ہیں۔ اور بعض علماء کافی سے بہتر اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ پوری کتاب چار مبسوط جلدوں میں ہے جن میں ۶۵۹۳ حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ بعض شیعہ علماء کے نزدیک اس کتاب میں ۹ ہزار ۴۴ حدیثیں ہیں۔

اس کتاب کے علاوہ "حدیث" پر شیخ صدوق کی اور بھی کئی کتابیں ہیں مثلاً:

۱ - - مدینۃ العلم۔ یہ حدیث کی بڑی اہم، قیمتی اور ضخیم کتاب تھی۔ بعض شیعہ علماء کا خیال ہے کہ اگر یہ کتاب مفقود نہ ہو گئی ہوتی تو شیعہ کتب احادیث کی تعداد چار کی بجائے پانچ ہوتی۔

۲ - - مصادقۃ الاخوان ۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا مرتضیٰ حسین صاحب نے "معاشرتی حقوق اور تعلیمات محمد و آل محمدؐ" کے نام سے کیا ہے۔ اور اس کی شرح بھی کی ہے۔

۳ - - امالی الصدوق مسمّٰی بہ المجالس۔ اس ذخیرہ احادیث میں یہ جدت ہے کہ ہر حدیث کے متعلق بتایا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے کہاں اور کس وقت ارشاد فرمائی۔

۴ - - علل الشرائع۔ اس میں صرف وہ حدیثیں ہیں جن میں احکام کی وجوہ بھی بتائی گئی ہیں۔

۵ - - توحید-۶ - خصال-۷-عیون اخبار الرضاء۔ ان میں سے اکثر کتابیں کافی طویل اور ضخیم ہیں۔

○ (۴) شیعوں کے "محدثین اربعہ" میں سے چوتھے اور آخری بزرگ حضرت شیخ ابو جعفر محمد طوسی ہیں جو شیعی دنیا میں شیخ الطائفہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا سال وفات ۴۶۰ھ ہے اور مدفن نجف اشرف ہے۔ صاحب تاریخ تدوین حدیث ان کے متعلق اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں " محامد اولین میں شیخ طوسی، خاتم المحدثین اور فقہ و تفسیر میں حجۃ الاسلام والمسلمین تھے۔ ان کی وسعت نظر و کثرت تالیفات نے ان کو بے مثال شخصیت بنا دیا ہے"۔ حضرت نے رحلت کے وقت وصیت کی تھی کہ ان کو ان کے مکان ہی میں دفن کیا جائے۔ اور پھر اسے بطور مسجد استعمال کرتے ہوئے مدرسہ کی صورت میں منتقل کر دیا جائے جہاں بیک وقت خدا کے بندے ..... خدا کے آگے سجدہ ریز بھی ہوں اور قرآن و حدیث اور ائمہ طاہرین کے اقوال و ارشادات کا علم حاصل کر کے اپنے قلوب کو بھی منور کریں۔ حضرت شیخ کی اس وصیت پر عمل کیا گیا اور اس طرح مدتوں ان کا مزار تشنگان علم کی روحانی تسکین کا موجب بنا رہا اور ہزار ہا اشخاص نے اس مدرسہ سے اکتساب علم کر کے دنیا کو فیض پہنچایا۔ تفسیر و فقہ اور حدیث و کلام اور تاریخ و رجال میں ان کی ۴۳ تالیفات و تصنیفات کے نام "تاریخ تدوین حدیث" میں مرقوم ہیں۔ مگر ان کی شہرت و عظمت اور ان کی قبولیت و عزت کا باعث ان کی دو معرکۃ الآراء کتابیں ہوئیں جن میں سے ایک کا نام "تہذیب الاحکام" ہے اور دوسری کا "الاستبصار فیما اختلف من الاخبار" اور یہ دونوں فن حدیث کے متعلق ہیں۔

"تہذیب الاحکام" میں فاضل محدث نے ۳۹۳ ابواب میں ۱۳ ہزار ۵ سو ۹۰ حدیثیں جمع کی ہیں۔ "الاستبصار" کے تین ضخیم حصے ہیں اور تینوں حصے ۹۲۵ ابواب پر مشتمل ہیں ۔ ان ابواب میں ۵ ہزار ۵ سو گیارہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ بعض محققین کے نزدیک ان احادیث کی تعداد ۶ ہزار ۵ سو اکتیس تک پہنچتی ہے۔ الاستبصار شیعہ حضرات کی "کتب اربعہ" میں شامل ہے۔

شیعہ کتب احادیث کی اس تفصیل کے بعد اب ہم ساری بحث کا خلاصہ چند سطروں میں لکھ دیتے ہیں تاکہ مضمون قارئین کرام کے دلوں میں اچھی طرح مستحضر ہو جائے۔

جس طرح اہل سنت والجماعت کے ہاں حدیث کی پچاس کے قریب کتابوں میں سے چھ کتابیں نہایت مستند اور اعلیٰ و افضل سمجھی جاتی ہیں جن کو "صحاح ستہ" کہتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح شیعہ حضرات کے ہاں احادیث کی چار کتابیں نہایت مشہور و مقبول ہیں جنہیں وہ "کتب اربعہ" کہتے ہیں اور جیسا کہ تفصیلاً اوپر بیان ہو چکا ہے ان کے نام یہ ہیں:-

(۱) کتاب المحاسن۔ تالیف ابو جعفر محمد بن محمد برقی۔ المتوفی ۲۷۴ھ۔

(۲) کافی - تالیف ابو جعفر محمد کلینی- المتوفی ۳۲۹ھ۔

(۳) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ۔ تالیف ابو جعفر صدوق المتوفی ۳۸۱ھ۔

(۴) الاستبصار فیما اختلف من الاخبار۔ تالیف ابو جعفر طوسی۔ المتوفی ۴۶۰ھ۔

ان کتب اربعہ کے علاوہ بعد میں آنے والے بعض دیگر متاخرین شیعہ محدثین نے بھی حدیثوں کے مجموعے بڑی محنت اور کاوش سے جمع اور مرتب کئے ہیں اور اس علم کی بڑی زبردست خدمت کی ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ہم صرف نام لکھنے پر اکتفاء کرتے ہیں:-

۱ - علامہ فیض کاشانی المتوفی ۱۰۹۲ھ مؤلف کتاب الوافی (کتب اربعہ کا بہترین مجموعہ) -

۲ - شیخ الاسلام علامہ حر عاملی۔ المتوفی ۱۱۰۴ھ مؤلف تفصیل وسائل الشیعہ الیٰ تحصیل احکام الشریعہ (چھ جلد) -

۳ - علامہ محمد باقر مجلسی۔ المتوفی ۱۱۱۰ھ در اصفہان۔ جامع کتاب بحار الانوار (۲۶ جلدوں میں) -

۴ - شیخ عبداللہ بحرانی معاصر علامہ مجلسی۔ مؤلف عوالم (ایک سو جلدوں میں احادیث کا مجموعہ) -

۵ - حسین بن محمد طبرسی۔ المتوفی ۱۳۲۰ھ مؤلف مستدرک الوسائل۔

۶ - سید عبداللہ بشر۔ المتوفی ۱۳۴۲ھ مؤلف جامع المعارف الاحکام۔

۷ - شیخ عباس قمی۔ المتوفی ۱۳۵۹ھ مؤلف سفینہ بحار الانوار۔

یہ ہے مختصر تذکرہ شیعہ کتب احادیث کا جو حضرات اس موضوع کو نسبتاً مفصل دیکھنا چاہیں وہ مولانا مرتضیٰ حسین کی کتاب "تاریخ تدوین حدیث" اور ان ۲۶ کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں جن کا مولانا نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ اور ۱۴ پر ذکر کیا ہے۔

—○○○—

ضلع راجن پور میں جماعت احمدیہ کی مخالفت میں شدت آگئی

امیر صاحب ضلع راجن پور اور احمدی معلم گرفتار

تبلیغ کو بند کرنے کے احکامات۔ مقدمہ ڈپٹی کمشنر نے درج کرایا

[پریس ڈیسک] راجن پور پاکستان سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں کچھ عرصہ سے احمدیت کی زبردست مخالفت ہو رہی ہے۔ احمدیت کی تبلیغ کو روکنے کے لئے مولویوں کی درخواست پر داجل گاؤں میں مقیم احمدی معلم مکرم محمد حسین غضنفر پر مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۴ء ایک مقدمہ زیر دفعہ ۲۹۸/ سی تعزیرات پاکستان درج کر کے مورخہ ۲۴ ستمبر کو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ان پر تبلیغ کے علاوہ یہ نہایت مکروہ اور جھوٹا الزام بھی لگایا گیا کہ وہ وی سی آر پر فحش فلمیں دکھاتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حوالات میں ان پر تشدد کیا گیا۔ طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔

مولویوں نے راجن پور کے امیر مکرم میاں محمد اقبال صاحب ایڈووکیٹ کے خلاف بھی ایک درخواست دی جس میں لکھا کہ انہوں نے نعوذباللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے اور اس طرح تعزیرات پاکستان کی دفعات ۲۹۵/ اے، ۲۹۵/ بی اور ۲۹۸/ سی کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ درخواست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں دی گئی جس پر انہیں ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا گیا۔

معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں کی ضمانت کی درخواست کو داخل کروانے کے لئے راجن پور کا کوئی وکیل رضامند نہیں ہوا چنانچہ ملتان سے ایک احمدی وکیل بلایا گیا مگر سیشن جج نے درخواست نامنظور کر دی۔

ہفت روزہ مٹھن راجن پور کی ۲۰ اکتوبر کی اشاعت کے مطابق ڈپٹی کمشنر طارق جاوید آفریدی نے کہا کہ

"قادیانیوں کو کھلی تبلیغ کا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ پاکستان کے آئین کے مطابق احمدی کافر گردانے جا چکے ہیں۔ ان کا دین اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے سٹی مجسٹریٹ مظہر جان کو کہہ دیا ہے کہ گستاخان رسول کی ضمانت ہرگز نہ لی جائے"۔

اخبار نے یہ بھی بتایا ہے کہ طارق جاوید آفریدی نے کہا ہے کہ:

" قادیانیوں کے ضلعی صدر کو اپنے خصوصی احکامات پر گرفتار کرایا ہے"۔

ان سارے واقعات کا پس منظر یہ ہے کہ اس علاقہ میں احمدیت خداتعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی کر رہی تھی اور لوگ بھاری تعداد میں جماعت احمدیہ میں دلچسپی لے رہے تھے اور احمدیت قبول کر رہے تھے۔ جس پر مخالفین نے تبلیغ کو بند کرنے کے لئے مخالفانہ کاروائی کی۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ پاکستان میں بسنے والے تمام احمدی مظلومین اور خاص طور پر راجن پور کے مظلوم احمدی بھائیوں کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ خداتعالیٰ انہیں ہر طرح سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ (آمین) ۔

ٹورنٹو (کینیڈا) کے مشہور مصنف، براڈکاسٹر اور کالم نگار Mr. Tom Harper حضور انور ایدہ اللہ کے ہمراہ

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES
376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

Kenssy
Fried Chicken
TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

خطبہ جمعہ

ہم خدا کے فضل سے وہ خوش نصیب ہوں گے جو محمدؐ رسول اللہ کے نور کی برکت سے تمام دنیا کو امت واحدہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۱ نومبر ۱۹۹۴ء مطابق ۱۱ نبوت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (البقرۃ: ۲۶۶)

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا (الطلاق: ۸)

یہ آیات جن کی تلاوت کی ہے یہ پہلے گذشتہ جمعے پہ پڑھی جاچکی ہیں اور غالباً وہاں حوالہ دے دیا گیا تھا بہرحال یہ کوئی ایسا مشکل مسئلہ نہیں ہے حوالہ خود تلاش کر سکتے ہیں۔ ان آیات کی تکرار کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مجھے بعد میں بتایا گیا کہ ایک لفظ میں نے سہواً غلط پڑھ دیا تھا یعنی "جنة" کی بجائے "الجنة" پڑھ دیا گیا تھا "جنة بربوة" کی بجائے "الجنة بربوة" پڑھا گیا تھا تو درستی تو ویسے کہہ کے بھی ہو سکتی تھی مگر چونکہ بہت سی جماعتوں میں اور بعض افراد بھی ان خطبات کا ریکارڈ رکھتے ہیں اور وہاں ایک لفظ کی درستی داخل کرنا ممکن نہیں رہتا اس لئے میں نے دوبارہ ان آیات کی تلاوت کر دی ہے تاکہ وہ من و عن وہاں سے پہلی تلاوت کو اٹھا کر اس تلاوت کو وہاں داخل کر دیا جائے ان لوگوں کے لئے جو اسے رکھنا چاہیں اور جو صرف سنتے ہیں ان کے لئے تو صرف ذکر کافی ہے کہ یہاں "جنة" ہے قرآن کریم کی اصل قراءت اور سہواً اسے "الجنة" لکھا گیا۔ (دراصل یہ جو "تغابن" والی بات ہے یہ اور آیات ہیں کچھ وہ بھی جمعے کے لئے اسی کے لئے رکھی گئی تھیں اور یہ غلطی ہو گئی حوالہ بدل گیا ہے ورنہ "تغابن" کی آیات بھی مال سے تعلق رکھنے والی میں نے جمعے کے لئے منتخب کی تھیں) مگر آج جو دوسری آیت چنی ہے یہ سورہ الطلاق کی آٹھویں آیت ہے۔

"لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تاکہ خرچ کرے ہر صاحب حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق "وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ" اور وہ شخص بھی جس پر رزق تنگ کیا گیا ہے یعنی اسے نسبتاً کم عطا ہوا ہے "فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ" اس کے مطابق خرچ کرے جتنا اسے اللہ نے دیا ہے۔ "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا" اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی حیثیت اور توفیق سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا اور "مَآ اٰتٰىهَا" میں یہ فرما دیا کہ ہم نے ہی تو دیا ہے ہم کیسے بھول سکتے ہیں دینے والے ہاتھ کو پتہ ہے کہ اس کو کیا دیا گیا ہے تو ہم جب تجھ سے دین کی خدمت میں خرچ کا تقاضا کرتے ہیں تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ جو تمہیں ہم نے دیا ہی نہیں اس میں سے دو اپنی توفیق کے مطابق دو۔ "سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا" اگر تنگ دست بھی ہو تب بھی دو کیونکہ تنگ دستی کا علاج خدا کی راہ میں خرچ سے ہاتھ روکنا نہیں بلکہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہی تنگ دستی کا علاج ہے۔ فرمایا "سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا" اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسائش میں تمہارے حالات کو تبدیل فرما دے گا۔

پس وہاں جو یہ تھا کہ "طل" کا مضمون چل رہا تھا کہ تھوڑا بھی ہو تو وہ دیتے ہیں یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دل کی اور ذہن کی وسعت عطا ہوئی ہے اور اعلیٰ ذوق عطا کیا گیا ہے کہ خدا کی راہ میں ہر حال میں خرچ کرنا ہے زیادہ ہو تب بھی کرنا ہے کم ہو تب بھی کرنا ہے اور ان کا کم بھی خدا کے ہاں زیادہ لکھا جاتا ہے۔ یہاں ایسے لوگ مخاطب معلوم ہوتے ہیں جن کے دل میں اپنی غربت تردد پیدا کرتی ہے اور کئی قسم کے وہ سوال اٹھاتے ہیں کہ وہ تو صاحب توفیق لوگ ہیں ان کو تو بہت کچھ ملا ہوا ہے انہوں نے دے دیا تو کیا فرق پڑتا ہے ہمارا تو روزمرہ کا جینا مشکل ہوا ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے مبرا نہیں ہے۔ اگر روزمرہ کا جینا بھی مشکل ہے تو اس مشکل میں اس حساب سے کچھ ذرا سا اضافہ خدا کی خاطر کر لو اور وہ مشکلات اس خرچ کی برکت سے دور ہوں گی۔ پس یہ بہت ہی عظیم نسخہ ہے غربت دور کرنے کے لئے کہ وہ لوگ جو غریب ہوں خدا کی راہ میں جب وہ خرچ کرتے ہیں تو ان کا مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھ جاتا ہے۔

یہ مضمون تحریک جدید کے حوالے سے چل رہا ہے۔ تحریک جدید کے چندوں کے سلسلے میں ایک وضاحت بھی ضروری ہے۔ مجھے کوریا کی جماعت کی طرف سے یہ جائز شکوہ موصول ہوا ہے کہ آپ نے کوریا کا بالکل ذکر نہیں کیا حالانکہ یہاں ایک نئی جماعت اٹھتی ہوئی جماعت پیدا ہوئی ہے اللہ کے فضل کے ساتھ۔ اور ایک پہلو سے وہ سب دنیا پر سبقت لے گئی ہے کیونکہ اس کا فی کس چندہ سوئٹزرلینڈ کے چندے سے بھی بقدر سو پاؤنڈ فی کس زیادہ ہے تو جہاں ہم نے سوئٹزرلینڈ کا ذکر تحسین اور تعریف سے اس لئے کیا تھا کہ لوگوں کے دل میں شوق بھی پیدا ہو اور ان کے لئے خصوصیت سے دعا کی تحریک ہو، یہ بالکل چھوٹی سی جماعت ہے اور بہت سے ایسے مہاجرین ہیں یہاں جن کو ابھی تک قانونی طور پر بھی کوئی تسلی نہیں کہ وہ کچھ رہ بھی سکیں گے کہ نہیں وہاں۔ چھوٹی موٹی تجارتیں کرتے ہیں یا بعض مزدوریاں کر کے گزارا کر رہے ہیں۔ لیکن خدا نے وسعت قلبی عطا فرمائی ہے اور اس پہلو سے تحریک جدید کے چندے میں فی کس کے حساب سے وہ ساری دنیا پر سبقت لے گئے ہیں۔

ایک اور مجھے شکوہ ملا تھا زائر کی طرف سے۔ زائر والے کہتے ہیں آپ نے ہمارا نام تو لینا شروع کر دیا ہے مگر ہم دور افتادہ افریقہ کی ایک جماعت ہیں کچھ حوصلہ افزائی کریں، کچھ ہمیں سلام پیار بھجوائیں تاکہ ہم بھی آگے بڑھ کے اپنے دوسرے افریقن بھائیوں کے شانہ بشانہ سلسلے کی خدمات کر سکیں۔ تو زائر کی جماعت کو بھی میں سب کی طرف سے محبت بھرا سلام پہنچاتا ہوں وہاں کے حالات بہت مشکل ہیں۔ لیکن حالات خواہ کیسے بھی ہوں خدا تعالیٰ کا اپنے پاک بندوں سے یہ وعدہ ہے کہ ہر موسم میں تمہارا پاک درخت پھل دے گا۔ "تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا" ہر حال میں دے گا خواہ کیسا ہی موسم ہو کیسے ہی دن ہوں۔ پس جماعت احمدیہ نے تو اس آیت کی سچائی کو اپنے حال پر ہمیشہ پورا اترتے دیکھا ہے۔ ایک بھی استثناء اس میں نہیں۔ جماعت احمدیہ عالمگیر پر مختلف ملکوں میں مختلف قسم کے حالات پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے ہیں، ہوتے رہیں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلے کی ترقی کے قدم نہیں رکے خزاں میں بھی اس پاک پودے نے پھل دیا ہے اور بہار میں بھی اس پاک پودے نے پھل دیا ہے اور وہ مضمون ایک اور رنگ میں یہاں صادق آتا ہے کہ اگر موسلا دھار بارش نہ سہی تو طل ہی یعنی شبنم بھی ان پودوں کے لئے بہت کافی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ؎

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

کہ لوگوں کے ہاں تو خزاں آتی ہے تو پت جھڑ ہو جاتا ہے مگر یہ کیسا خدا، کیسا فضل کرنے والا خدا ہے کہ میرے بوستاں پر خزاں میں بھی بہار آگئی ہے اور "لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں" اللہ کی رحمت کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے مبرا نہیں ہے۔ اگر روزمرہ کا جینا بھی مشکل ہے تو اس مشکل میں اس حساب سے کچھ ذرا سا اضافہ خدا کی خاطر کرلو اور وہ مشکلات اس خرچ کی برکت سے دور ہوں گی۔

تو جماعت احمدیہ کو یہ مضمون سمجھنا چاہئے کیوں بہار آتی ہے وقت خزاں میں۔ اس لئے کہ خدا کے بندے اپنے وقت خزاں میں بھی بہار کی طرح کونپلیں نکالتے ہیں، خرچ سے رکتے نہیں ہیں، سخت تنگی کی حالت میں بھی جب ان پر خزاں کا دور گزرتا ہے ان کے دل سے خدا کی محبت کی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور وہ خدا کی راہ میں وہ پھول نچھاور کرتے ہیں اخلاص کے، تھوڑے تھوڑے قربانیوں کے پھول دکھائی دیتے ہیں مگر اللہ کی نظر میں ان کی بہت عظمت ہے۔ پس وہ لوگ جو اپنا حال خدا کی خاطر، خدا کی رضا کی خاطر دنیا سے الگ بنا لیتے ہیں یاد رکھو خدا ہمیشہ ان سے دنیا سے الگ سلوک کرتا ہے۔ ان کی خزائیں بھی بہاروں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔ پس جماعت احمدیہ کو اپنے ہر چندے کے وقت اس بنیادی اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے اور عالمگیر جماعت میں خدا کے فضل سے یہ بات نمایاں طور پر دکھائی دے رہی ہے۔ مگر جو نومبایعین ہیں مجھے اس وقت ان کی فکر ہے۔ میرے نزدیک نومبایعین کو فوری طور پر چندوں میں داخل کرنا نہایت ضروری ہے اور نومبایعین کو داخل کرنے میں یہ نہ دیکھا جائے کہ تحریک جدید کا کم سے کم چندے کا معیار کیا مقرر ہوا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا "فلینفق مما اٰتٰہ اللہ" اور دوسری جگہ "لِيُنفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ" دونوں ہیں کہ ہر صاحب حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور ہر شخص کی کوئی حیثیت تو ضرور ہوتی ہے۔ جو زندہ ہے اس کی کوئی حیثیت ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ بے حیثیت زندہ ہو کم سے کم دو وقت کی روٹی نہیں تو ایک وقت کی سہی مگر وہ زندہ ہے اس میں سے ہی ایک لقمہ خدا کی راہ میں خرچ کر دے تو یہ 'ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ' کا مضمون ہے اور جن کو زیادہ عطا ہو جاتا ہے یا بیچ کے بہت سے درجات ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے رِزْقُهٗ فَلْيُنفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ۔ اللہ نے زیادہ دیا ہے تو زیادہ میں سے دو کم دیا ہے تو کم میں سے دو مگر خدا کی راہ میں دینا تو بہر حال ہے اور اس کا چسکا ڈالنا آغاز ہی میں ضروری ہے۔ اس وقت باقی چندوں پر بھی جو لازمی چندے ہیں زور دینا چاہئے مگر وہ چندے ۱۶/۱ کے حساب سے وصول نہیں کئے جاسکتے۔ اس کے متعلق میری ہدایت یہ ہے کہ آغاز میں ان کی شرح میں نرمی کی جائے حسب توفیق۔ لیکن بتا دیا جائے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر نے اپنے لئے کم از کم یہ معیار مقرر کر رکھا ہے اور تم چونکہ نئے آنے والے ہو اگر تمہارا دل نہیں کھل رہا اور تمہیں قربانیوں کی ایسی عادت نہیں ہے یا اپنے خرچ تم نے دنیا کی رسوم کے مطابق اپنی توفیق سے پہلے سے بڑھا رکھے ہیں، تو ہم جانتے ہیں کہ پھر تمہارے لئے مشکل پیش آئے گی مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اگر ایک پیسہ دے سکتے ہو تو پیسہ ہی دو۔ شرح جو ہے یہ وقت کے لحاظ سے بعد میں تبدیل ہوتی رہتی ہے، ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ بنیادی اصول جو ہے کہ ہر صاحب حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق دے یہ غیر مبدل اصول ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب فرمایا کہ ایسا شخص جو تنگی کی حالت رکھتا ہے خواہ دل کی تنگی ہو یا واقعتہً مال کی تنگی ہو وہ اپنے لئے کم سے کم جینے کا سامان تو کرے، جینے کا تو آسرا کرے۔ ایک غریب آدمی بھی تو چند لقموں پر اور پانی پر جیتا ہے تو ایسا شخص اگر روحانی لحاظ سے وہ اعلیٰ روحانی غذائیں حاصل نہیں کر سکتا تو کم سے کم اپنی زندگی کا تو کوئی آسرا کرے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کو ایک پیسے کی توفیق ہے وہ پیسہ دے مگر لازماً باقاعدگی سے دے۔

اب یہ جو باقاعدگی کا اصول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے یہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ اول تو یہ کہ روزمرہ کی زندگی میں جو کم کھانے والے ہیں وہ بھی باقاعدہ تو کھاتے ہیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ دو مہینے ناغہ کر لیا اور پھر شروع کر دیا کھانا، روزمرہ کے دستور کے لحاظ سے کچھ باقاعدگی لازم ہے۔ اور جس کو توفیق ہے وہ ضرور اختیار کرتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑی سنجیدگی سے اس مسئلے کو انسانی روحانی بقاء کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور پیسہ بھی قبول فرما رہے ہیں خدا کی راہ میں مگر تاکید کے ساتھ کہ دیکھو ہمیں فرق نہیں پڑے گا تمہیں فرق پڑے گا۔ لیکن مقرر کرو تو پھر پوری وفا کے ساتھ عہد پر قائم رہتے ہوئے اسے ہمیشہ اسی طرح دیتے چلے جاؤ۔ اور یہ جو قانون ہے کہ حسب توفیق دو اور پھر باقاعدہ دو یہ ایسا قانون ہے جو نشوونما پاتا ہے۔ اس کے اندر ہی خدا تعالیٰ نے نشوونما کی کَل رکھ دی ہے۔ اور ایسا شخص جو باقاعدگی سے تھوڑا دینا شروع کرتا ہے، لازماً بڑھتا ہے اس کا دل بھی کھلتا ہے اس کی توفیق بھی بڑھتی چلی جاتی ہے اور وہ جو پیسہ ہے وہ آنوں میں، آنے روپوں میں یعنی جو بھی دنیا میں مختلف Curre-ncies ہیں ایک درجے کا جو سکہ ہے دوسرے درجوں میں تبدیل ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ہزاروں دینے والے لاکھوں میں چلے جاتے ہیں لاکھوں دینے والے کروڑوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور جماعت کی تاریخ من حیث الجماعت یہی منظر دکھا رہی ہے۔ وہ جو پیسے دینے والی جماعت تھی لیکن اخلاص سے، باقاعدگی سے دیئے اللہ نے اسے ہزاروں دینے والی بنا دیا، پھر لاکھوں دینے والی بنا دیا پھر لاکھوں کی نسل میں وہ پیدا ہوئے جنہوں نے کروڑوں دیئے اور اب اربوں کا وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ پس اللہ کے فضل کے ساتھ اگر ہم قرآن کریم کے بنیادی اصولوں پر قائم رہیں تو ہمارے مالی نظام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور ہمیشہ ترقی کرے گا اور ہر موسم میں پھل دے گا لیکن شرط یہی ہے کہ ہم بھی ہر موسم میں قربانیوں کے پھل دیں کسی موسم میں ہمارا درخت سوکھ نہ جائے۔

میرے نزدیک نومبایعین کو فوری طور پر چندوں میں داخل کرنا نہایت ضروری ہے۔

پس آنے والوں کو یہ سمجھانا بہت ضروری ہے کیونکہ جن کو شروع میں نہ سمجھایا جائے وہ اسی حال پر سخت ہو جاتے ہیں۔ بارہا میں نے دیکھا ہے اور بڑے غور سے آنے والوں کا مطالعہ کیا ہے ساری زندگی، جس جس کام میں مجھے موقع ملا ہے تبلیغ کے تعلق میں، میں نے بڑے غور سے مطالعہ کر کے دیکھا ہے کہ جو بیعت کرنے والے شروع میں ایک دو سال بغیر قربانی کے رہ جائیں ساری عمر وہ درخت سوکھا ہی رہتا ہے۔ اور جو شروع میں شروع کر دیں وہ پھر بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں اور افریقہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہے اور یورپ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے نہ جرمنی مستثنیٰ ہے نہ بوسنیا مستثنیٰ ہے نہ البانیہ مستثنیٰ ہے۔ جہاں جہاں سے بھی قومیں احمدیت میں داخل ہو رہی ہیں ان کے نگرانی کرنے والوں میں سے ہر ایک کو میں تاکید کرتا ہوں کہ ان آنے والوں کو روزمرہ کچھ قربانی کی عادت ڈالیں اور جن کو عادت پڑ جائے گی ان کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں تھمایا جائے گا خدا ایسے ہاتھ سے ان کو رزق دے گا جس میں آپ کے ہاتھ کی ضرورت باقی نہیں رہے گی پھر ان کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ اور تحریک جدید کے تعلق میں میں یہ گزارش کروں گا کہ تحریک جدید کا جو کم سے کم معیار ہے ان نئے آنے والوں کی سہولت کے پیش نظر اور قرآن کی اصولی تعلیم کے پیش نظر اس معیار کو نظر انداز کر دیں کوئی پیسہ دے تو پیسہ قبول کر لیں، آنہ دے تو آنہ قبول کر لیں لیکن ان کو بتا دیں کہ تم ایک عظیم عالمگیر جہاد میں حصہ لے رہے ہو جس کے یہ پھل ہیں سب جو ہم آج کھا رہے ہیں۔ کثرت کے ساتھ دنیا میں جو جماعتیں قائم ہو رہی ہیں اور عظیم الشان ترقیات ہو رہی ہیں ان کے پیچھے آغاز میں کچھ خاموش قربانی کرنے والے تھے جنہوں نے تحریک کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر دیں، اپنی جانیں لٹا دیں، دن رات کے آرام کھو دیئے ایسے ایسے خدمت کرنے والے تھے کہ ایک ہی شخص پورے پورے دفتر چلاتا تھا اور صبح کی روشنی دیکھے بغیر وہ دفتر میں داخل ہو جایا کرتا تھا اور سورج ڈوبنے کے بہت بعد جب رات پوری طرح بھیگ چکی ہوتی تھی بعض دفعہ بارہ بجے بعض دفعہ ایک بجے وہ اپنے گھر کے لئے واپس جایا کرتا تھا۔ تو ایسے ایسے مخلصین مثلاً چودھری برکت علی صاحب بہت سے اور بھی تھے جنہوں نے قادیان میں اس طرح دفاتر چلائے ہیں۔ اب بھی وہی روح اللہ کے فضل سے ہمارے نوجوانوں میں آرہی ہے اور مستقل خدمت کرنے

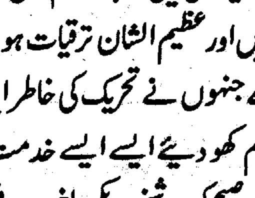
اکمل
کی مٹھائی ہو تو بات کچھ اور ہے
AKMAL SWEET CENTER & FAST FOOD
ELBESTR. 22 · TEL. (069) 23 31 80 / 23 48 47
60329 FRANKFURT AM MAIN

والے نہیں بلکہ عارضی خدمت کرنے والے، طوعی خدمت کرنے والے بھی، کثرت سے ایسے پیدا ہو رہے ہیں جنہوں نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا ہے۔ تو ان کی قربانیاں اور پھر اس زمانے میں جو غریب چندے دیا کرتے تھے بہت تھوڑے تھوڑے دینے کی توفیق تھی لیکن دیتے بڑے اخلاص کے ساتھ تھے۔ بعض دفعہ ان کی غربت کے خیال سے خلیفہ وقت ان کے ہاتھ روکتے تھے کہ اتنا نہیں اور وہ روتے ہوئے ان کے قدموں میں ڈال دیا کرتے تھے۔

واقعتہً ایک نظارہ میں نے اپنی آنکھوں سے بھی ایسا دیکھا ہوا ہے ایک خاتون آئیں انہوں نے کچھ پیش کیا، ہمارے گھر کی بات تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے حالات کا جائزہ لے کر فرمایا کہ نہیں اتنا نہیں تھوڑا کرو۔ بے اختیار اس کی چیخیں نکل گئیں یا امیرالمومنین مجھے محروم نہ کریں میرے دل کی گہری تمنا ہے، مجھے اس لذت سے محروم نہ کریں، خدا کے لئے قبول کرلیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے لئے کوئی چارہ نہیں تھا مگر اس کو قبول کیا۔ وہ نظارے اب بھی میرے ذہن میں تازہ ہوتے ہیں جب میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں یہ چھوٹا سا دفتر جس میں بیٹھتا ہوں بارہا اس میں یہی واقعات دہرائے گئے ہیں۔ تو احمدیت ان باتوں سے زندہ ہے۔ لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ " اور فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ " اس کے عجیب حیرت انگیز نظارے روزمرہ احمدیت کی دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں ان آنے والوں کو محروم نہ رکھیں جو چسکا خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا ہے وہ کسی اور راہ میں خرچ کرنے کا چسکا نہیں ہے اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ تعداد کی طرف، یعنی قربانی کرنے والوں کی تعداد کی طرف خصوصیت سے توجہ دی جائے گی۔

> **جس کو ایک پیسے کی توفیق ہے وہ پیسہ دے مگر لازماً باقاعدگی سے دے۔**

(میں نے کہا تھا مجھے اعداد و شمار دوبارہ دیں لیکن وہ غالباً بھول گئے ہیں یا دوسری چیزیں رکھ دی ہیں وہ رہ گیا ہے دیکھتا ہوں اگر ہوں تو میں بتادوں گا آپ کو ہاں تعداد مجاہدین یہاں ہے ذکر)۔ تعداد مجاہدین کے لحاظ سے اس وقت جو صورت حال ہے موازنہ پیش کرتا ہوں۔ ۹۳ــ۱۹۹۲ء میں عالمگیر مجاہدین جنہوں نے تحریک جدید میں حصہ لیا تھا ایک لاکھ انہتر ہزار دو سو انسٹھ تھے۔ ۹۴ــ۱۹۹۳ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تعداد بڑھ کر ایک لاکھ تراسی ہزار پانچ سو چھتیس ہو گئی۔ مگر جہاں ایک ایک سال میں چار چار لاکھ سے زائد بیعتیں ہو رہی ہوں وہاں جو نیا میدان کھلا ہے اس کی طرف توجہ نہ کرنا ایک نہایت ہی ظالمانہ غفلت ہوگی۔ اس لئے جہاں جہاں تبلیغ ہو رہی ہے اور اللہ کے فضل سے ہر جگہ اب شروع ہو چکی ہے وہاں اگر نومبایعین کو ہی داخل کر دیں تو دیکھتے دیکھتے ایک ملین تک یہ تعداد پہنچ سکتی ہے۔ خواہ رقم میں نمایاں اضافہ نہ بھی ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اخلاص سے دیا ہوا ایک پیسہ اپنی ذات میں بڑھنے کی طاقت رکھتا ہے کسی اور کو اس کی فکر کی ضرورت نہیں ہے آج جو دیں گے کل ان کے اموال بھی بڑھیں گے اور خدا کی راہ میں جو پیش کریں گے ان کی بھی تعداد مقدار بڑھتی چلی جائے گی۔ پس یہ ایک ضروری نصیحت تھی جو گذشتہ مرتبہ بیان کرنے سے رہ گئی تھی اس کو امید ہے آپ سب پیش نظر رکھیں گے۔

> **یہ جو قانون ہے کہ حسب توفیق دو اور پھر باقاعدہ دو یہ ایسا قانون ہے جو نشو نما پاتا ہے۔**

اب میں بعض احادیث کے حوالے سے جماعت کو چند نصیحتیں کرنی چاہتا ہوں لیکن ایک اور سوال بھی انہوں نے یہاں رکھا ہوا ہے وہ میری نظر سے پہلے رہ گیا تھا، اس پر بھی گفتگو ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر جماعت کے چندہ کی ادائیگی نہیں کی جاتی تو ایسے دوستوں سے ذیلی تنظیم کا چندہ لیا جائے یا نہ لیا جائے؟ اس کا اس مضمون سے تعلق ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے اسی لئے میں نے جہاں تحریک جدید کا ذکر کیا وہاں اس سے پہلے لازمی روزمرہ کے چندہ جات میں ان کو شامل کرنے کی تلقین کی۔ کیونکہ بنیادی اصول یہی ہے کہ وہ شخص جو دائمی لازمی قربانی میں شریک نہیں ہوتا اس سے نوافل قبول نہیں کئے جاتے۔ مگر بعض استثناء ایسے ہوتے ہیں جہاں اس قانون کی سختی سے پابندی نہیں کی جاسکتی۔ آنے والوں کو مستقل لازمی قربانی کے نظام میں شامل کرنا ہمارا اولین فرض ہے لیکن اگر وہ طوعی طور پر تحریک جدید ہی میں شامل ہو جائیں تو اس سے بھی ان کو مستقل مالی نظام کا حصہ بننے میں مدد ملے گی اور طاقت نصیب ہوگی اس لئے یہاں اتنے زیادہ Technicalities میں اور قانونی ایچ پیچ میں مبتلا نہ ہوں۔ بلکہ چندے کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلیٰ مقاصد کی خاطر ان کی زندگی کی حفاظت کے لئے ان سے تالیف قلب کا سلوک کریں۔ اور قرآن کریم نے جہاں مولفہ قلوب کی بات بیان فرمائی ہے وہاں عام لوگوں سے ہٹ کر، وقتی طور پر، کچھ عرصے کے لئے، ایک نرم سلوک کا اشارہ نہیں بلکہ واضح ہدایت ملتی ہے اور اس کا تعلق اس نظام سے بھی ہے۔

> **جہاں جہاں سے بھی قومیں احمدیت میں داخل ہو رہی ہیں ان کے نگرانی کرنے والوں میں سے ہر ایک کو میں تاکید کرتا ہوں کہ ان آنے والوں کو روزمرہ کچھ قربانی کی عادت ڈالیں۔**

پس نئے آنے والوں کے تعلق میں میرا جواب یہ ہے کہ خواہ لازمی چندہ ابھی شروع نہ بھی کیا ہو وہ طوعی چندے میں اگر شوق سے حصہ لینا چاہیں تو یہ کہہ کر آپ نے انکار نہیں کرنا کہ آپ نے لازمی چندے میں حصہ نہیں لیا۔ چھ مہینے، نو مہینے، سال، کچھ عرصہ تربیت کے گزاریں پھر بعد میں انفرادی حالات دیکھ کر فیصلے ہوں گے اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو مولفۃ القلوب کے دائرے سے باہر آچکے ہیں۔ ایک دائمی، مستقل، ٹھوس حصہ بن چکے ہیں نظام کا ان کے لئے یہی ہدایت ہے اور یہی جاری رہے گی کہ اگر وہ چندہ عام نہیں دیتے یا چندہ وصیت وعدہ کر کے ادا نہیں کرتے تو ان سے دوسرے طوعی چندے وصول نہیں کئے جائیں گے۔

ایک سوال یہ اٹھایا گیا ہے کہ چندہ نہ دینے والوں سے صدقہ لیا جاسکتا ہے کہ نہیں؟۔ صدقہ ایک الگ مضمون ہے جو قرآن کریم کے حکم کے تابع ایک شخص اپنی بلا ٹالنے کی خاطر قربانی دیتا ہے وہ دراصل اللہ کی راہ کا خرچ ان معنوں میں نہیں ہے۔ ایک صدقے کا مضمون ہے جو وسیع ہے قرآن کریم میں۔ میں اس کی بات نہیں کر رہا نہ اس سوال کا اس سے تعلق ہے یہاں جس صدقے کی بات ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے متعلق ڈراؤنی خواب دیکھ لی کسی اور نے اس کے متعلق دیکھ لی یا گھر میں کوئی بیمار ہو گیا آگے پیچھے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت نہیں ہے تو بیماری ٹالنے کے لئے یا بلا گلے سے اتارنے کی خاطر دراصل وہ اپنے نفس پر ایک خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ حسن سلوک فرمایا ہے شاید ان کی تربیت کے لحاظ سے یہ فائدہ مند ہو کہ ان کو کچھ تو مزہ آئے خدا کی خاطر کچھ خرچ کر کے اس کا جواب میں فیض پانے کا۔ اور اگر کوئی براہ راست اللہ سے کچھ فیض پاتا ہے اپنی قربانی کے بعد تو اس کے سنبھلنے اور اس کے دوبارہ روحانی لحاظ سے زندہ ہونے کے زیادہ امکانات ہیں تو یہ چونکہ سودا اور طرح کا ہے اس کو میں عام چندوں میں شامل نہیں کرتا لیکن عام طور پر جب مجھ سے پوچھا جاتا ہے یہی نصیحت کرتا ہوں کہ ان سے کہیں کہ یہ چندہ جماعت کی معرفت دینا تو ضروری نہیں ہے صدقہ دو اپنی مرضی سے دے دو غریبوں میں تقسیم کر دو کسی ادارے کو دے دو ہمارے پاس ہی ضرور آنا ہے اور اگر مجبوری ہو مثلاً یورپ میں، امریکہ میں بعض لوگ استطاعت نہیں پاتے اور ان کو گھبراہٹ ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ان کی طرف سے صدقہ قبول کر لیا جائے لیکن ہمیں اس صدقے کے قبول کرنے میں کوئی ایسا ذوق شوق نہیں ہے جیسے جماعتی چندوں میں جب خدا کی خاطر، خدا کی راہ پر خرچ کرنے والے چندوں میں ہے اس میں تو ہم بہت جان لڑاتے ہیں، کوشش کرتے ہیں، منتیں کرتے ہیں، سمجھاتے ہیں، فائدے بتاتے ہیں کہ کسی طرح لوگوں کے دل کھلیں لیکن یہ اور مضمون ہے اس میں اگر وصول کرنا پڑے کرلیں ان کی مدد کی خاطر تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

جماعت کوریا کا جو میں نے بیان کیا تھا اس کے اعداد و شمار اب میرے کاغذات میں سے نکل آئے ہیں ان کی فی کس ادائیگی دو سو ساٹھ پاؤنڈز اکاسی پنس ہے۔ سو سے کچھ کم فرق ہے سوئٹزرلینڈ کی ایک سو چوہتر پاؤنڈز اڑتیس پنس تھی اور ان کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۲۶۰ پاؤنڈز ۸۱ پنس ہے جو خدا کے فضل سے سوئٹزرلینڈ کے مقابل پر بہت نمایاں طور پر آگے بڑھ گئی ہے۔ گذشتہ سال ان کی قربانی بھی بہت معیاری تھی ۱۳۶ پاؤنڈز فی کس کے حساب سے تھی۔

MOST AUTHENTIC
INDIAN FOOD
GRANADA
TAKE AWAY
202 ROUNDHAY ROAD
LEEDS
TELEPHONE 0532 487 602

MOST COMPETITIVE PRICES
IN WORLD WIDE FREIGHT
FORWARDING & TRAVEL
ARIEL ENTERPRISES
26 LEGRACE AVENUE,
HOUNSLOW,
MIDDLESEX TW4 7RS
PHONE 081 564 9091
FAX 081 759 8822

اب جو وقت رہ گیا ہے اس میں میں حضرت اقدس محمدؐ رسول اللہ کی بعض احادیث کے حوالے سے چند نصیحتیں کرنی چاہتا ہوں پہلی مال کے خرچ اور صدقے سے تعلق رکھتی ہے۔ مسلم کتاب البر میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درج ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا "صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا"۔ یہاں جو صدقہ عرف عام میں رائج ہو چکا ہے کہ گلے سے بلا ٹالنے کی خاطر مجبوراً کچھ غریبوں کو دے دو۔ یہ جو صدقہ ہے یہ بہت وسیع لفظ ہے جو قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے اور انہی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اس میں زکوٰۃ بھی آ جاتی ہے اور دوسرے بعض اعلیٰ اخراجات بھی آ جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔

> **اخلاص سے دیا ہوا ایک پیسہ اپنی ذات میں بڑھنے کی طاقت رکھتا ہے۔ آج جو دیں گے کل ان کے اموال بھی بڑھیں گے۔**

مال کم نہیں ہوتا اور جتنا معاف کرتا ہے اتنا عزت میں بڑھاتا ہے، ان دونوں مضامین کا کیا تعلق ہے بظاہر تو ایک دوسرے سے ہٹی ہوئی دو الگ الگ باتیں ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے چھوٹے چھوٹے فقروں میں بے انتہا حکمت کے موتی پروئے ہوتے ہیں اور بعض دفعہ وہ موتی پانی کی تہہ میں ملنے والے موتی ہیں غوطہ لگانا پڑتا ہے، بعض دفعہ کھلے کھلے دکھائی دے جاتے ہیں۔ یہاں مال خرچ کر کے انسان بظاہر کم ہو رہا ہوتا ہے اور ایسی ہی صورت بعض دفعہ ہوتی ہے کہ کسی کو معاف کرنے سے انسان اپنے اندر خفت محسوس کرتا ہے۔ اس نے کوئی زیادتی کر دی ہے اور یہ بدلہ لے سکتا ہے لیکن نہیں لے رہا اور دنیا کی نظر میں اس پر اس کا ظلم چڑھا ہوا ہے اور اس نے اتارا نہیں ہے ایسی صورت میں بسا اوقات بے عزتی کا سوال ہوتا ہے جو معافی کی راہ میں مانع ہو جاتا ہے۔ یہاں وہ مضمون ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بیان فرما رہے ہیں کیونکہ اس کی جزاء یہ بتائی اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے تو اگر خدا کی خاطر کسی کو معاف کرنے میں انسان کے نفس کی تذلیل دکھائی دیتی ہو اور انسان کو معافی مانگتے ہوئے تو چھوٹا ہونا ہی پڑتا ہے، بعض دفعہ معافی دینے میں بھی چھوٹا دکھائی دیتا ہے انسان۔ ایسی صورت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وہ تمہیں چھوٹا نہیں رہنے دے گا خدا کی خاطر اگر تم عفو کا سلوک کرو گے اور بظاہر تم بے بدلہ کے رہ جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ تمہاری عزت کو بڑھائے گا۔

> **خدا کی خاطر اگر تم عفو کا سلوک کرو گے اور بظاہر تم بے بدلہ کے رہ جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ تمہاری عزت کو بڑھائے گا۔**

پھر اگلا مضمون بھی بالکل اسی تعلق میں ہے فرمایا جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ "وما تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ" یہاں رفع کا مضمون بھی سمجھا دیا۔ فرمایا کہ جو شخص جتنا گرتا ہے خدا کی خاطر اگر گرے، جتنا جھکتا ہے اگر خدا کی خاطر جھکے، تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے بہت بلند فرماتا ہے۔ ایک اور حدیث میں اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعِ فِي السلسلة.. يا فِي سِلْسِلَةٍ..

کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جو شخص عاجزی اختیار کرتا ہے، گر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایک زنجیر سے باندھ کر ساتویں آسمان تک بلند کر دیتا ہے۔ اور وہاں بھی لفظ رفع استعمال ہوا ہے تو ساتویں آسمان کا تصور ایک ظاہری تصور ہے اور بندے کا زنجیر سے باندھے جانا بھی ظاہر کی طرف انسان کا ذہن لے جاتا ہے۔ لیکن کوئی دنیا کا انسان یہ نہیں اس کا ترجمہ کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے جسم پہ رسی لپیٹتا ہے کوئی زنجیر باندھتا ہے اور اسے اٹھا کر آسمان پر لے جاتا ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ جب عیسیٰ کے متعلق لفظ رفع آ جائے تو وہاں سارے عقلی دستور ایک طرف رکھ دیئے جاتے ہیں اور وہاں ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ نے اسے باندھ بوندھ کے جس طرح بھی سمجھا فرشتے بھیجے وہ پکڑ کے زبردستی اٹھا کے کسی اور آسمان پہ لے گئے تو چوتھے آسمان کی بات کرتے ہیں یہاں اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ساتویں آسمان کی بات کر رہے ہیں تو کیا کبھی کسی نے کوئی زنجیر اترتی دیکھی ہے جو کسی تواضع کرنے والے بندے سے لپیٹی گئی ہو۔ سب سے زیادہ تواضع کرنے والا بندہ کون تھا؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔ کیونکہ آپ کا مرتبہ تو ساتویں آسمان سے بھی بلند تر تھا تب بھی ظاہری جسم کے لحاظ سے نہیں بلکہ روحانی مراتب کے لحاظ سے آپ کو ہمیشہ کے لئے سب دوسروں پر رفعت عطا کی گئی۔ پس یہ وہ رفع ہے جس کا حل آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرما دیا اور تواضع کے ساتھ اس کو باندھا ہے۔

خدا کو انکسار پسند ہے اس کے بندوں سے جو جھک کے ملتا ہے جس کو اپنی کوئی برتری اس کو اپنے آپ کو بڑا سمجھنے میں مجبور نہیں کرتی اور اس کے دماغ کو اس کی کوئی بڑائی نہیں چڑھتی ایسا شخص خدا کے ہاں عزت پاتا ہے۔ اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے ہاں عزت پاتا ہے تو یہ مراد نہیں ہے کہ مرنے کے بعد پتہ چلے گا۔ وہ عزت پاتا ہے اور پاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ خدا بس نہیں کرتا جب تک کہ اس کی عزت کو کل عالم پہ روشن اور ظاہر نہ کر دے صرف تواضع کی حد فیصلہ کن ہوگی۔ کیسا تواضع کرتا تھا؟ کس اخلاص سے کرتا تھا؟ دیکھو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تواضع کی تو کب خدا نے پیچھا چھوڑا ہے۔ دنیا میں وہ عزت بڑھتی چلی جا رہی ہے، پھیلتی چلی جا رہی ہے ایک قوم سے دوسری قوم میں داخل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا جب وصال ہوا تھا تو کتنے لوگوں میں آپ کی رفعت ثابت ہوئی تھی لیکن پھر کوئی دن ایسا نہیں چڑھا جبکہ آپ کی رفعت کا تصور بلند بھی نہیں ہوا اور پھر پھیلا بھی نہیں۔ ہر دن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رفعت دائمی، بلند تر ہونے والی ہے اس لئے وہ تصور اپنی ذات میں بھی بلند تر ہوتا چلا گیا اور وہ شہرت پھیلتی چلی گئی تو درجہ بدرجہ انسانوں سے بھی عام انسانوں سے بھی یہ سلوک کیا جاتا ہے اور "بسلسلة" سے میں ہمیشہ یہی معنی سمجھتا ہوں کہ زنجیر کا لفظ کہنے کی ضرورت کیا تھی۔ ضرورت یہ تھی کہ بتایا جائے کہ زنجیر کڑیوں پر مشتمل ہوتی ہے بعضوں کے درجے زیادہ لمبی زنجیر سے طے کئے جائیں گے بعضوں کے چھوٹی زنجیر سے طے کئے جائیں گے یہ تو تمہارے اپنے اختیار میں ہے جتنی کڑیاں چاہو بنا لو اتنی کڑیوں کی زنجیر تمہارا رفع کرے گی۔ اگر خدا کے حضور جھکنے اور انکساری میں تمہاری زیادہ اخلاص پایا جاتا ہے زیادہ قربانی کی روح پائی جاتی ہے زیادہ خدا کی محبت اور بنی نوع انسان کا وقار پیش نظر ہے اور انسان کی عزت بذات خود تم سے مطالبہ کرتی ہے کہ سب کو برابر سمجھو، ان کو مرتبہ دو۔ کئی ایسے اور خیالات جتنے یہ محرکات بڑھتے چلے جاتے ہیں اتنا ہی اس کام میں عظمت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور جتنے خلوص سے کوئی انسان یہ کام کرتا ہے اتنا ہی اس کی عزت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

> **احمدیوں کو جو تبلیغ میں غیر معمولی جذبہ رکھتے ہیں ان کو خندہ پیشانی کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ میرا یہ تجربہ ہے، ہمیشہ سے یہی تجربہ ہے کہ زیادہ عاقل اور تعلیم یافتہ مبلغ سے خندہ پیشانی کا طریق اختیار کرنے والا مبلغ ہمیشہ زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔**

پھر آزمائشوں کے وقت اور اس زنجیر کو خدا تعالیٰ لمبا فرما دیتا ہے عام حالات میں ایک ایثار کر رہا ہے قربانی کر رہا ہے وہ بھی اچھی چیز ہے لیکن جہاں ایثار کے نتیجے میں ذلیل ہوتا ہو، رسوا ہوتا ہو، وہاں خدا کا خاص وعدہ آتا ہے کہ میں تمہیں ضرور بلند کروں گا۔ پس ساتویں آسمان تک بھی لوگ اٹھائے جائیں گے لیکن وہی جن کی قربانیوں کی زنجیر بہت لمبی بنی ہوئی ہو اور اتنی وسعت رکھتی ہو کہ وہ ساتویں آسمان تک پہنچا سکے۔ اور جہاں تک ان قربانیوں کا تعلق ہے یہ مطلب نہیں کہ ضرور ہی عظیم ہو تو تمہیں رفعت ملے گی۔

حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا "معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنے کی ہی نیکی ہو" اب یہ بھی بہت ہی گہرا مضمون ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا معمولی چندہ دے کر بھی اگر تم خدا کی محبت حاصل کر سکتے ہو تو معمولی ہی دو مگر دو ضرور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

Earlsfield Properties

RENTING AGENTS 081 877 0762

PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

فرماتے ہیں کہ معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنے کی ہی نیکی ہو اور یہ معمولی نیکی جو ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نزدیک یہ عام دنیا میں بہت بڑی نیکی بن چکی ہے اب۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس مکارم الاخلاق پر فائز تھے جس بلندی پہ آپ کا قدم تھا آپ نے بہت چھوٹی نیکی جو دیکھی وہ یہ کہ خندہ پیشانی سے پیش آؤ اور یہاں حال یہ ہے کہ اپنے بچوں سے بھی لوگ خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتے اپنی بیویوں سے بھی خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتے اپنی بہنوں بھائیوں سے بھی خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتے اور ناک بھوں چڑھا کے بات کرتے ہیں یہاں تک کہ کئی بچے تنگ آ کے بڑے درد کا اظہار کرتے ہیں۔

بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھے۔

آج ہی کی ڈاک میں مجھے اپنی ایک تحقیق کا جواب ملا ہے جس کا بالکل اسی مضمون سے تعلق ہے۔ ایک بچی نے اپنے باپ کی بدسلوکی، بداخلاقی سے تنگ آ کے مجھے لکھا کہ خدا کے واسطے ہمارے گھر کا ماحول درست کرا دیں۔ نیک آدمی ہے مگر نیکی کے نام پر اتنی سختی ہے کہ ہماری زندگی عذاب بنی ہوئی ہے۔ اس پر میں نے مقرر کیا خاص ایک آدمی کو جن کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ ان میں نصیحت کرنے کا سلیقہ ہے، پیار اور محبت سے ایسے نازک معاملات میں دخل دے سکتے ہیں جہاں ایک آدمی بھونڈے طریق پر بات کرے تو الٹا حال پہلے سے بھی زیادہ بگاڑ دے اور ایسا ہوتا بھی رہا ہے بعض دفعہ، مگر اب میں کوشش کرتا ہوں کہ ایسا ہی آدمی لوں جس کو ان باتوں کا سلیقہ ہو۔ ان کی رپورٹ ملی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں طرف کی کچھ غلط فہمیاں تھیں وہ دور ہوئیں اور اس بچی نے جھوٹ بھی نہیں بولا ہوا۔ سختی ضرور تھی لیکن باپ کی نیکی کا تو اعتراف کر لیا لیکن اپنی بعض کمزوریوں کا اعتراف نہیں کیا کہ اس کو جو غصہ آتا ہے وہ کس بات پہ زیادہ آتا ہے۔ تو میرے نمائندہ نے جا کر دیکھا، بتایا مجھے اور اب دونوں طرف ایک قسم کے سمجھوتے کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔ انہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ کمزوریاں تو ہیں میں انشاء اللہ تعالیٰ دعا کی طرف زیادہ توجہ کروں گا اور سختی سے پیش نہیں آؤں گا۔ اس بچی کو بھی انہوں نے سمجھایا اور اب میں براہ راست بھی سمجھا رہا ہوں کہ اپنی کمزوریوں پر بھی نظر رکھو، باپ تمہاری خاطر بے اختیار ہو جاتا ہے اس کو تو ہم نے سمجھا دیا ہے لیکن اب اس کے نرم کلام سے وہ اثر اپنے اندر پیدا کرو جو اس کی سختی سے پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

کوئی تربیت ایسی نہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے الفاظ کی تربیت ہو۔

خندہ پیشانی کا مضمون ہے نصیحت بھی کرو تو خندہ پیشانی سے کرو اور بسا اوقات خندہ پیشانی کا اثر سختی سے بہت زیادہ ہوتا ہے اقبال نے تو فرضی طور پر کہا ہے کہ ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

کس نے کٹتے دیکھا ہے۔ مگر ایک خیال ایک تصور ہے شاعر کا اور مراد اس کی انسانی تعلقات کے دائرے سے ہے ورنہ ظاہر پہ تو پھول کی پتی سے تو ہیرے کا جگر نہیں کٹا کرتا مگر بعض دفعہ ایک نرم بات میں اتنی تاثیر ہوتی ہے کہ ہیرا جو شیشوں کو بھی کاٹ دیتا ہے سخت سے سخت چیز کو کاٹ دیتا ہے وہ بھی دو نیم ہو جاتا ہے اس نرم بات کے اثر سے۔ تو یہ مراد ہے خندہ پیشانی کو معمولی نہ سمجھو۔ دونوں باتیں اس میں ہیں ایک تو یہ کہ خندہ پیشانی کا خلق تو امت محمدیہ میں ایسا عام ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نزدیک گویا کوئی نیکی ہی نہیں ہے۔ معمولی سے معمولی چیز ہے یہ تو روزمرہ کی زندگی کا حصہ ہونا چاہئے۔ لیکن دوسرا مضمون بھی ہے اس میں کہ اسے معمولی نہ سمجھو بہت بڑی چیز ہے خندہ پیشانی سے یہ دنیا جنت بن جاتی ہے اور یہ وہ مضمون کا پہلو ہے جس کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے معمولی نہ سمجھو سے مراد یہ نہیں کہ یہ کر لیا کرو کوئی بات نہیں واقعۃً بہت عظیم چیز ہے بعض دفعہ معمولی نہ سمجھو سے یہ مراد ہوتی ہے بہت بڑی طاقت ہے اس میں۔ اور خندہ پیشانی کا اگر ہم رواج اپنی جماعت میں ڈال لیں اور یہ رواج گھروں سے چلنا چاہئے۔ بیویاں اپنے خاوندوں سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں، خاوند اپنی بیویوں سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں، بہنیں بھائیوں سے، بھائی بہنوں سے اور بڑے چھوٹوں سے بھی صرف چھوٹوں کو ہی نہ تلقین کریں بلکہ چھوٹوں سے بھی عزت اور احترام سے ملیں اور خندہ پیشانی سے پیش آئیں تو ہر گھر ایک جنت میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ اور یہی گھروں کی جنت پھیلے گی اور معاشرے میں داخل ہو گی اسی سے شہر سدھریں گے اسی سے ملکوں میں تبدیلی آئے گی یہی وہ طاقت ہے جس نے تمام دنیا کی کایا پلٹ دینی ہے، انقلاب برپا کر دینا ہے۔

پس احمدیوں کو جو تبلیغ میں غیر معمولی جذبہ رکھتے ہیں ان کو خندہ پیشانی کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ میرا یہ تجربہ ہے، ہمیشہ سے یہی تجربہ ہے کہ زیادہ عاقل اور تعلیم یافتہ مبلغ سے خندہ پیشانی کا طریق اختیار کرنے والا مبلغ ہمیشہ زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ جس کی باتیں میٹھی ہوں اس کے بول دلوں میں اترتے ہیں اور لوگوں کے بس میں نہیں رہتا اس کا انکار۔ اس کی ذات میں جو ایک جاذبیت پیدا ہو جاتی ہے اس سے پھر دراصل ان کی توجہ اس کی ذات سے ہٹ کر ان کے پیغام کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ پس خندہ پیشانی کو معمولی نیکی نہ سمجھو یہ مضمون بہت گہرا ہے اور اس میں ڈوب کر اس پر غور کریں تو آپ کو خصوصیت سے تربیت اور تبلیغ کا ایک بہت بڑا اور کارآمد اور مجرب نسخہ ہاتھ آ جائے گا۔ یہ جو حدیث ہے یہ مسلم کتاب الادب سے لی گئی تھی۔

اب مسند احمد بن حنبل کی ایک حدیث ہے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا "سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا ہے اسے بھی دے اور جو تجھے برا بھلا کہتا ہے اس سے تو درگزر کر"۔ پس یہ اسی مضمون کی اور شاخیں ہیں جو شروع سے میں بیان کر رہا ہوں ہر نیکی اپنی مختلف شاخیں رکھتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہر نیکی کو اس طرح تفصیل سے بیان فرماتے ہیں کہ اس کی جڑوں کے اوپر بھی روشنی ڈالتے ہیں، اس کے تنے پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، اس کے رنگ، اس کی خوشبو، اس کے پھول پتوں پر، جو شاخیں پھیلتی ہیں ان کی بھی پیروی فرماتے ہیں ہر بات کو پوری طرح کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔

فرماتے ہیں بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھے اور اکثر معاشرے کی خرابیوں میں جب تحقیق کی جاتی ہے تو کہتے ہیں اس نے تعلق توڑا ہے، اس نے کاٹا ہے، وہ ذمہ دار ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ٹھیک ہے تم نے نہیں توڑا۔ جس نے توڑا ہے اس سے تعلق رکھو گے تو پھر میرے نزدیک تم صاحب فضیلت ہو۔ جو تعلق قائم رکھتا ہے اس سے تعلق قائم رکھنا کون سی فضیلت ہے۔ تعلق کے جواب میں تو تعلق خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ غیر بھی اگر آپ سے پیار کا اظہار کرے تو آپ کو فوری طور پر اس سے کچھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے، رستہ چلتے مسافر کسی سے آپ پیار سے بات کر لیں تو وہ آپ سے تعلق قائم کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ بہت بڑی حکمت کی بات ہے فرمایا بڑی فضیلت یہ ہے کہ قطع تعلق وہ کر رہا ہے اور تو اس سے تعلق رکھے اس کو فضیلت کہتے ہیں۔ اور یہی وہ چیز ہے اگر وہ اپنا لی جائے تو معاشرے سے بہت بڑے فسادات ختم ہو جائیں بہت تکلیف دہ واقعات رونما ہوتے ہیں اور ان میں سے مختلف وجوہات ہیں جو بعض میں بیان کر چکا ہوں ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ کہتے ہیں اس نے پہل کی ہے اس نے ہم سے منہ موڑا ہے اس نے فلاں رشتے پہ ہمیں بلایا نہیں۔ اس کا حق تھا اپنی بہن کا خیال رکھتا اس نے تعلق کاٹ لیا اب ہم کیوں ایسی بات کریں

سبک سر ہو کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

یعنی وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی سرگرانی کرے گا تو ہم نے سر جھکایا، ہم ہلکے سر والے کہلائیں گے۔ یہ شاعری کی باتیں ہیں فضول، بےہودہ، اعلیٰ اخلاق کے مضامین نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں تم سبک سر بنو گے تو خدا کے حضور تمہارا سر بلند ہو گا اور اس کو عظمت نصیب ہو گی پس خدا کی خاطر جہاں تعلق تم سے کاٹا جا رہا ہے وہاں تعلق جوڑ کے دکھاؤ۔

پھر فرمایا، جو تجھے نہیں دیتا اسے بھی دے جو دیتا ہے اس کے متعلق تو یہ حکم ہے کہ اس سے بڑھ کر دو یا اس کے لئے دعائیں کرو اس کے لئے کچھ ایسا کرو کہ تمہارے دل کو یقین ہو جائے کہ جتنا اس نے تمہارے لئے کیا تھا اس سے زیادہ تم کر بیٹھے ہو۔ فرمایا یہ تو ہے ہی لیکن ہم تمہیں اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جو نہیں دیتا اس کو بھی دو۔ ورنہ جو دینے والے ہیں ان کے آپس کے تعلقات تو قائم ہو جائیں گے۔ جو نہ دینے والے ہیں ان کے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان ایک خلیج حائل ہو جائے گی اور اسلام کا جو معاشرہ ہے اس میں اوپر کے طبقے اور نیچے

ADVERTISE YOUR GOODS
AND SERVICES IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
CONTACT
NAEEM OSMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285

AUTO REPAIRS
ANY AUTO ELECTRICAL
OR MECHANICAL REPAIRS
ALL CAR MODELS AND MAKES
FOR FURTHER INFORMATION CALL
NASEER AHMAD KHALID
ON:
(081) 789 1913

کے طبقے میں کوئی خلیج نہیں ہے۔ ان کو جوڑنے کا ایسا عظیم انتظام فرمایا گیا ہے جیسے ہوا کی سرکولیشن کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جہاں چھتیں چھوٹی ہوں وہاں بعض دوسرے ذرائع سے پنکھے وغیرہ لگاکر سرکولیشن کا انتظام کیا جاتا ہے تاکہ اوپر کی ہوا اور نیچے کی ہوا مل جائے تو قرآن کریم اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے "کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم" (الحشر:۸) فرماتا ہے کہ یہ نہ ہو کہ امیر امیروں کو ہی تحفے بھیجتے رہیں اور امیروں سے ہی قبول کرتے رہیں تاکہ تم آپس میں، اوپر کے دائرے میں ہی تمہارے درمیان چیزیں گھومتی رہیں۔ اصل نیکی یہ ہے کہ جو غریب طبقہ ہے جس سے تمہارے لین دین کے تعلقات نہیں ہیں ان کو دو تاکہ یہ سرکولیشن ایک اوپر کے دائرے میں ہی نہ گھومے، اوپر سے نیچے کی طرف بھی آئے۔

حفظان صحت کے جو روحانی اصول ہیں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے جب آپ سنتے ہیں یوں لگتا ہے کہ اس زمانے کا جدید ترین سائنس دان حفظان صحت کے اصولوں پر جو دریافتیں کر رہا ہے روحانی دنیا کے لحاظ سے ان سب کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس زمانے میں پہلے ہی دے دیا گیا تھا، کوئی چیز آپؐ سے اوجھل نہیں رکھی گئی تو یہی مضمون ہے جو فرما رہے ہیں کہ جو نہیں دیتا اسے بھی دے بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ۔ جو تجھے برا بھلا کہتا ہے اس سے درگزر کر۔ جو نہیں دیتا، وہاں احسان کی بات تھی۔ یہ منفی مضمون شروع ہو گیا ہے بدی کی، اگر کوئی نہیں دیتا تو اسے کچھ دے یعنی اچھی چیز دے۔ لیکن جو گالیاں دیتا ہے جو بدسلوکی کرتا ہے اس سے وہ سلوک نہ کر۔ اگر ہاتھ روکنے ہیں تو بدی میں ہاتھ روک اور نیکی میں ہاتھ نہ روک۔ یہ وہ مضمون ہے جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی امت کے اخلاق کے حوالے سے ہم پر روشن فرما دیا ہے۔ پس تمام دنیا کی جماعتیں ان باتوں پر خوب غور کریں اور جو سنتی ہیں وہ آگے ان لوگوں تک پہنچائیں جو نئے آنے والے ہیں اور براہ راست حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے تربیت کے محتاج ہیں۔ کوئی تربیت ایسی نہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے الفاظ کی تربیت ہو جیسے اس میں طاقت ہے جیسے اس میں سادگی ہے جیسے دلوں میں ڈوبنے کی وہ صلاحیت رکھتی ہے کوئی دنیا کی نصیحت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

> آج بھی اگر دنیا کو امت واحدہ بنانا ہے تو حُسن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم ہے جو پہلے آپ کے دلوں میں دھڑکے گا، پھر آپ کے خاندان کے دلوں میں دھڑکے گا۔ جب یہ جماعت کے دلوں میں دھڑکے گا تو خدا گواہ ہے کہ سب دنیا کے دلوں میں دھڑکنے لگے گا۔

پس ان چھوٹے چھوٹے سادہ سادہ جملوں میں ڈوب کر پہلے خود ان مضامین کو سمجھیں اور پھر ان کے ذریعے تمام امت کو، بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانے کی کوشش کریں۔ یہ اخلاق ہی ہیں جو امت واحدہ بنانے میں کامیاب ہوں گے۔ عقائد ایک ہو کر بھی امت واحدہ نہیں بنایا کرتے۔ یہ سادگی کی باتیں ہیں بےوقوفی کی باتیں ہیں۔ دیکھو کتنے اسلام میں فرقے ہیں ان کے آپس کے اختلاف چھوڑو، ان کے اندر جن کے ایک جیسے عقیدے ہیں ان میں کہاں محبت ملتی ہے وہ کہاں امت واحدہ بن گئے ہیں۔ امت واحدہ کبھی محض عقائد سے نہیں بنا کرتی۔ امت واحدہ اخلاق حسنہ سے بنا کرتی ہے تبھی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرمایا "ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک" کہ اے محمد رسول اللہ اپنے تمام عظیم عقائد اور تعلیم اور حکمت کے بیان کے باوجود تو ان لوگوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا نہیں کر سکتا تھا یہ تیرا حسن خلق ہے جو خدا نے تجھے نعمت کے طور پر عطا کیا ہے جس نے ان دلوں کو ایک ہاتھ پہ ایسا باندھ دیا ہے کہ ایک جان ہو گئے ہیں، ایک وجود کے اعضاء بن چکے ہیں اور اس ایک بدن میں تیرا دل، تیرا حسن خلق دھڑک رہا ہے۔ پس آج بھی اگر دنیا کو امت واحدہ بنانا ہے تو حسن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے جو پہلے آپ کے دلوں میں دھڑکے گا، پھر آپ کے خاندان کے دلوں میں دھڑکے گا۔ جب یہ جماعت کے دلوں میں دھڑکے گا تو خدا گواہ ہے کہ سب دنیا کے دلوں میں دھڑکنے لگے گا اور ہم خدا کے فضل سے وہ خوش نصیب ہوں گے جو محمد رسول اللہ کے نور کی برکت سے تمام دنیا کو امت واحدہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

آج جیسا کہ آپ کو خبر مل گئی ہے ایک اور احمدی مخلص کی شہادت کی اطلاع ملی ہے۔ جہاں تک یہ رستہ شہادتوں کا رستہ ہے یہ تو ہم نے سوچ سمجھ کے قبول کیا ہے۔ شہادتوں کے دکھ اپنی جگہ اور شہادتوں کی سعادتیں اپنی جگہ۔ آج دنیا میں یہی جماعت ہے جسے اس سعادت کے لئے چنا گیا ہے لیکن اس پھول کے ساتھ جو کانٹے ہیں وہ دکھ بھی پہنچاتے ہیں، زخم بھی لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائے اور راضی برضا ہوتے ہوئے اس کی راہ میں آگے بڑھنے کی جو سزائیں دنیا نے ہمیں دینی ہیں بےشک دیتی چلی جائے ہم نے قدم نہیں روکنے۔ یہ وہ اسلام کی ترقی کی شاہراہ پر آگے بڑھنے کی سعادت ہے جو آج ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ دشمن کے جلنے سے، حسد سے اس کی گولیوں سے چند مظلوموں کی جان لینے سے ہمارے قافلے کے قدم نہیں رکیں گے۔ ہم ضرور آگے بڑھتے چلے جائیں گے اور اللہ ہی ہے جو ہمارے حساب ان سے چکائے گا۔ لیکن محبت اور خلوص کے ساتھ ان کی قربانیوں کی قدر کرتے ہوئے ان کی نماز جنازہ غائب آج ہوگی اور اس کے علاوہ ہمیشہ ان شہداء کو اپنی دعاؤں کا ایک مستقل حصہ بنالیں۔

ایک اور جنازہ بھی ہوگا غائب ہمارے شیخ عبدالوہاب صاحب جو اسلام آباد کے ایک بڑے لمبے عرصے تک امیر رہے اور بہت مخلص فدائی انسان۔ جب بعض انتظامی مجبوریوں کے پیش نظر ان کو امارت سے ہٹایا گیا تو ان کے اخلاص میں ایک ذرہ بھی فرق نہیں آیا اور نئے امیر کی اطاعت میں یہ کسی دوسرے سے پیچھے نہیں تھے تو اللہ ایسے مخلصین کو زندہ رکھے کیونکہ ان کی وجہ سے جماعت زندہ ہے۔ ایسے انکسار کے ساتھ محض للہ ہر خدمت کو قبول کرنا اور ہر خدمت سے الگ ہو جانا اگر خدا کی رضا چاہے، یہ ہے وہ سچائی جو ایک زندہ سچائی ہے جو ہمیشہ جماعت کو زندہ رکھے گی۔ اللہ کرے کہ ایسے مخلصین کی جماعت میں کبھی کمی نہ آئے ایک کو وہ بلائے تو اس کی جگہ سو، ہزار پیدا کرتا چلا جائے، ان کی بھی نماز جنازہ غائب ہوگی اور آج جمعے کے بعد چونکہ عصر کی نماز بھی جمع ہوگی اس کے بعد انشاء اللہ یہ نماز جنازہ غائب ہوں گی۔

نماز جنازہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۳ نومبر ۱۹۹۴ء کو قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن میں مکرم چوہدری خلیل احمد صاحب (ایسٹ لندن) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ اس کے ساتھ ہی مکرمہ خورشید اختر صاحبہ اہلیہ عبدالحق صاحب ملک آف کینیڈا کی نماز جنازہ غائب ادا کی گئی۔

اسی طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک قبل از نماز جمعہ مکرمہ ممتاز بیگم صاحبہ زوجہ مکرم سردار عبدالرحمٰن صاحب مہر سنگھ مرحوم، اور مکرم شیخ مسعود احمد صاحب ولد شیخ صالح احمد صاحب ایسٹ لندن کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی

اس کے ساتھ ہی حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

(۱) مکرم مظفر احمد صاحب عرف ظفری (برادر مکرم منصور احمد صاحب بی۔ ٹی)، پاکستان۔

(۲) مکرمہ والدہ صاحبہ مکرم طاہر محمود خان صاحب (مبلغ تنزانیہ)، پاکستان۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲ دسمبر ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک مکرمہ شہزادی اسلام صاحبہ اہلیہ مکرم سبحان دین صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی جس کے ساتھ ہی مکرم احمد علی صاحب آف کینیڈا اور مکرم احمد دین بھٹی صاحب آف ربوہ کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

آمین۔

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

روشن دین تنویر — ایک درویش خدامست

چند باتیں — چند یادیں

محمد احمد حامی

جو روحیں صداقت اور ہدایت کو قبول کرتی ہیں وہ زمانہ لاعلمی میں بھی ایک سعادت سے بہرہ ور ہوتی ہیں اس لئے کہ اگر دل میں خوف کردگار ہی نہ ہو تو کوئی دلائل، کوئی نشان موثر نہیں ہوتے۔ اگر زمین ہی سنگلاخ ہو تو اس پر کتنا ہی پانی برسے، کوئی بھی تخم اپنی تمام تر قوت نمو کے باوجود اگ نہیں سکے گا۔ کوئی روئیدگی نہیں ہوگی۔ جماعت احمدیہ میں شامل ہونے سے پہلے بھی تنویر صاحب اپنی شاعر مزاجی، آزاد خیالی اور فلسفیانہ طبیعت کے باوجود سچائی کے متلاشی اور سچ کے طرفدار تھے۔ پیشہ وکالت تھا مگر کبھی ایسا مقدمہ نہ لیا جس میں انہیں شبہ ہوتا تھا کہ موکل غلط بیانی کر رہا ہے یا جھوٹی شہادت پیش کرنا چاہتا ہے۔ اس حال میں احمدیت کا پیغام ملا، جلسہ سالانہ قادیان پر گئے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر "انقلاب حقیقی" سنی اور اسی دم اندھیرے سے روشنی میں آگئے۔ جب بیعت کر کے لوٹے تو اپنی واجبی سی وکالت کو اور بھی نظرانداز کیا۔ جلدی جلدی جماعت کے لٹریچر میں سے گزر گئے۔ قلم ہاتھ میں لیا اور حق کی حمایت میں پے در پے معرکۃ الاراء تحقیقی مضامین لکھے۔ اس زمانہ میں مودودی صاحب اپنی فکر اور لائحہ عمل کی تشکیل کے مراحل میں تھے۔ "ترجمان القرآن" میں نت نئی تعبیریں ہو رہی تھیں۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ کے کردار پر تنقید اور آئمہ سلف کی آراء کی تنقیص مودودی کا تخصص تھا۔ "الجہاد فی الاسلام" شائع ہو چکی تھی اور اس کے مندرجات خواندہ مسلمانوں کو متاثر کر رہے تھے۔ اس عالم میں تنویر صاحب نے مودودی نظریات پر مدلل محاکمہ کیا اور اپنے زور قلم سے احمدیت کے علم کلام کی دھاک بٹھادی۔

۱۹۳۹ء میں احمدی ہوئے اور ۱۹۴۶ء تک سکونت سیالکوٹ میں ہی رہی۔ خود تو لکھنے پڑھنے میں مصروف رہتے تھے، ایسے میں گزر بسر کے لئے یافت کہاں سے ہوتی۔ ان کا منشی کبھی ضمانت کا کوئی کیس لے آتا یا مقدمہ کی پیشی موخر کرانے کے لئے انہیں کھینچ کر کچہری میں لے جاتا تو آسامیوں سے ملے روپے میں سے کچھ انہیں بھی دے جاتا۔ بیوی فوت ہو چکی تھی چار کمسن بچوں کا ساتھ تھا۔ کاروبار زندگی بس یونہی چل رہا تھا، کبھی چولھا جلا، کبھی نہیں۔ ایسے میں چندوں میں باقاعدگی نہ رہ سکی۔ ایک سہ پہر حضرت بابو قاسم دین صاحب مرحوم امیر مقامی دروازے پر آموجود ہوئے اور بتایا کہ آپ کے ذمہ اتنی رقم بقایا ہو چکی ہے۔ کچھ انتظام کیجئے۔ اندر گئے۔ بڑی بیٹی (جو بعد میں خاکسار کی شریک حیات بنیں) اپنی مرحومہ ماں کی سلائی کی مشین پر کوئی کپڑا مرمت کر رہی تھی، اسے کہا کہ کپڑا نکال لے۔ مشین اٹھائی اور بابو صاحب کے سپرد کردی کہ اسے بیچ کر حساب بیباق کر لیں۔ اس بے توقف ایثار کا ثمر میں نے یہ دیکھا کہ جب ان کی بیٹیاں اپنے گھر بار والی ہوئیں تو ہر ایک کے پاس ہمیشہ ایک سے زیادہ سلائی کی مشینیں ہوتی تھیں۔ ضرورت ہو نہ ہو بس یونہی جمع ہو جاتی تھیں۔ ایک بیٹی طرابلس میں ڈاکٹر تھی۔ اپنا سر کھجانے کی فرصت نہیں۔ گھر میں دو مشینیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ دو کس لئے۔ کہنے لگیں بس ہیں تو میں کیا کروں۔

میں لائل پور کے زراعتی کالج میں پڑھتا تھا۔ الفضل آتا تھا مجھے بس اتنا پتہ تھا کہ الفضل کا ایڈیٹر کوئی خوشگو شاعر ہے جس کی نظم ہر دوسرے تیسرے روز اخبار کی زینت ہوتی ہے۔ اداریہ کبھی توجہ سے نہ پڑھا۔ اول تو موضوع ہی اپنی سمجھ سے بالا تھے۔ دوسرے دلچسپی از کروا موتکم یا بیرونی مبلغین کی تبلیغی

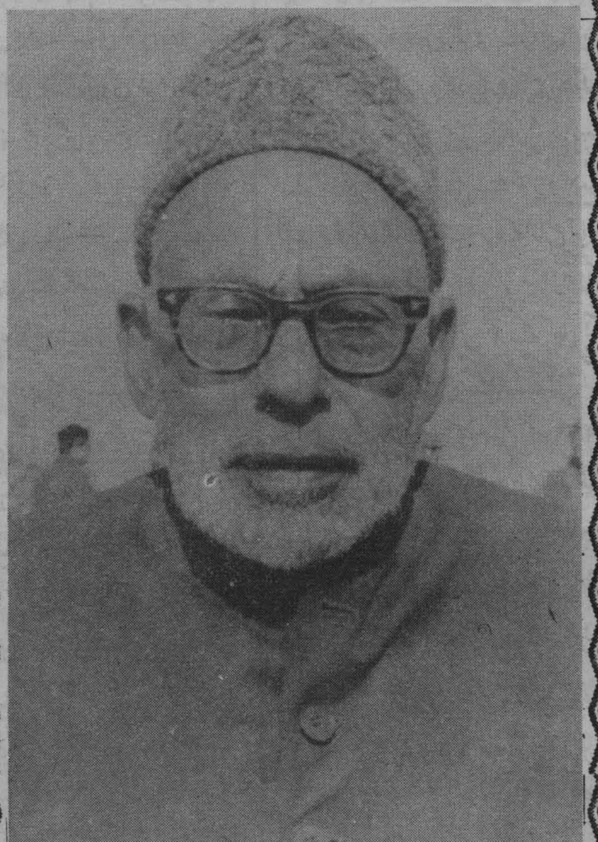

مکرم روشن دین صاحب تنویر

مساعی میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جمعہ کے خطبے مسجد میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہرؓ سنا دیتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ پہلا اداریہ جو میں نے غور سے پڑھا وہ ۱۹۵۲ء کا وہ مضمون تھا جو "خونی ملا کے آخری دن" کے عنوان سے مشہور ہوا۔ اسے بار بار پڑھا حیران ہوا کہ اتنی جارحانہ عبارت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس پر قانون کی گرفت ہو سکتی ہو۔ اسی وقت قلم اٹھایا اور اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ایڈیٹر کو تحسین و آفرین کا خط لکھ دیا۔ ایک عرصہ بعد جب میری شادی ہو چکی تھی تو ۳ میکلیگن روڈ پر ایک کالے صندوق میں کچھ کاغذات تلاش کرتے ہوئے مجھے اپنا وہ خط بھی نظر آیا۔ اس کے ساتھ احباب جماعت اور غیروں کے کچھ خطوط بھی اسی بارے میں محفوظ تھے۔ حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے لکھا تھا "اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ پارکر کا ایک پین بھجواتا ہوں کہ جب بھی آپ اس سے لکھیں تو میرے لئے دعا کریں۔"

الفضل کا دفتر ربوہ آگیا تھا۔ میں بھی تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۹۵۳ء کے اواخر میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے عملہ میں شامل ہوا۔ میری سکونت بھی دفتر الفضل کے قریب ہی محلہ دارالرحمت میں تھی۔ تنویر صاحب کے مکان کے بالکل قریب۔ ایک روز مولانا سلطان احمد صاحب پیرکوٹی، جن سے میرے برادرانہ مراسم ہیں، کہنے لگے چلئے آپ کو تنویر صاحب سے ملائیں۔ میں جھجکتا ہوا ساتھ چلا۔ گھر کے چوپٹ کھلے ہوئے بیرونی دروازے میں کھڑے ہو کر اجازت لی۔ اندر گئے تو صحن میں کرسی پر بیٹھے تھے۔ چھوٹی سی تپائی پر بغیر دودھ کی کالی چائے کی پیالی۔ بڑی خندہ پیشانی سے ہمیں اہلاً و سہلاً کہا۔ شفیق لہجے میں بیٹھنے کے لئے ارشاد کیا۔ تعارف ہو چکا تو فرمایا، آپ کا مطالعہ تازہ ہے۔ سائنسی موضوعات پر کچھ الفضل کے لئے لکھیں۔ میں نے حامی بھری اور کچھ دیر کی صحبت کے بعد اجازت لی۔

ان دنوں ربوہ میں گرمی بلا کی پڑتی تھی۔ کوئی درخت بوٹا نہ ہونے کی وجہ سے ٹھنڈی ہوا آئے تو کہاں سے آئے۔ لمبی دوپہروں میں آنکھ لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کمرے کی کھڑکیاں دروازے کھولو تو لو سے بھلسو۔ بند کرو تو پسینہ ابلے۔ میں نے وقت کاٹنے کے لئے انجمن ترقی اردو کراچی کی فرمائش پر اردو میں ایک سائنسی موضوع پر کتاب لکھنے کا ڈول ڈال رکھا تھا۔ اسے لپیٹا اور ریسرچ کی لائبریری سے جدید تحقیق پر مشتمل کچھ کتابیں لے آیا۔ انہیں پڑھتا، نوٹ لیتا اور غور کرتا۔ آخر اس قابل ہوا کہ الفضل کے اسلوب کو اپنا کر ان معلومات کو عام قاری کے ذوق کے مطابق پیش کر سکوں۔ ایک مقالے کی چار قسطیں لکھیں اور ایک صبح دفتر الفضل جا کر تنویر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اس وقت اداریہ لکھ کر فارغ ہو چکے تھے اور خوشگوار موڈ میں تھے۔ کاغذ میرے ہاتھ سے لے کر فرمانے لگے کہ شیخ خورشید صاحب (اسسٹنٹ ایڈیٹر) کو دیتا ہوں کہ ایک نظر دیکھ لیں اور مجھے نصیحت کی کہ جس عنوان پر بھی لکھیں اس پر حضرت خلیفۃ المسیح کی تحریروں اور جماعت کے موقف کا مطالعہ ضرور کریں ایسا نہ ہو کہ کہیں تناقض ہو جائے۔ سائنس تو مائل بہ ارتقاء ہے اور اس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں مگر مذہب کی بناء وحی پر ہے سو اس کی تعلیم کو بنیاد بنانا چاہئے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ وحی و الہام کی تعبیر بھی جدید انکشافات کے ساتھ بدل دی جاتی ہے سو جیسا موقع ہوگا ویسی تاویل کر لیں گے۔ مسکرا کر چپ ہو رہے۔ اس اثناء میں شیخ خورشید احمد صاحب بھی وہاں آگئے تھے اور انہوں نے میری بات سن لی تھی۔ ہم دونوں ایڈیٹر کے کمرہ سے باہر آئے تو شیخ صاحب نے اپنی ازلی مسکراہٹ کو چہرے پر سجا کر مجھ سے کہا "یہ بزرگ بہت روشن خیال اور وسیع القلب ہیں۔ جو چاہے انہیں بے تکلف کہہ دیں بس یہ خیل رکھیں کہ ایڈیٹوریل نہ لکھ رہے ہوں یا فکر سخن میں مستغرق نہ ہوں"۔

میں ان کی انسان دوستی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کا ذکر کرنا چاہتا تھا۔ ایک بار گرمیوں کی سخت دوپہر کو دفتر سے ملحق اپنے مکان میں آرام کر رہے تھے کہ ایک دم مضطرب ہو کر اٹھے۔ باہر گئے اور کچھ دیر بعد بہت سی ککڑیاں کرتے کے دامن میں ڈالے واپس آئے۔ ککڑیاں پانی کے گھڑے کے پاس ریت پر ڈھیر کر دیں اور الحمدللہ الحمدللہ دہراتے ہوئے بیٹھ گئے۔ پوچھنے پر بتایا کہ یہ ککڑیاں بیچنے والا بڈھا اس چلچلاتی دھوپ میں کتنی ہی دیر سے آوازیں لگا رہا تھا۔ کبھی گلی میں اس طرف کبھی دوسری طرف۔ جب تک اس کا سودا بک نہ جاتا وہ گھر نہیں جاتا۔ میں زیادہ دیر تک اس کا کرلانا برداشت نہ کر سکا، اس کا باقی ماندہ سارا مال خرید لایا ہوں کہ وہ اطمینان سے بچوں میں گھر واپس جاسکے۔

اسی طرح ایک دفعہ الفضل کے ایک کارکن جو جسمانی طور پر بہت نحیف اور کچھ معذور بھی تھے دفتر میں یکسوئی سے کام نہیں کر رہے تھے۔ چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔ کبھی ایک جگہ بیٹھتے کبھی دوسری جگہ۔ تنویر صاحب نے ان کی بے چینی کو محسوس کیا تو پاس بلا کر پوچھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک ہے یا نہیں۔ وہ بے اختیار اشکبار ہو گئے اور بتایا کہ انہیں کام کرتے ہوئے پانچ مہینے سے اوپر ہو گئے ہیں۔ گھر میں ویسے ہی تنگی تھی اور اب تو نان جویں تک کے لئے قرض نہیں

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR

FREE DELIVERY

081-877 0469/1040

PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN

ARNEY'S

164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA

SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

ملتا۔ اس صبح منیجر کے دفتر میں کچھ پیشگی رقم کے لئے درخواست کی تھی وہاں سے بھی انکار ہو گیا ہے اس لئے پریشان ہیں۔ انہیں کچھ تسلی دے کر خود ٹیلیفون تک گئے اور متعلقہ صیغہ کے افسر اعلیٰ سے بات کی۔ انہوں نے بتایا کہ طبی سرٹیفکیٹ نہ ملنے کی وجہ سے تنخواہ یا الاؤنس کا ریزولیوشن نہیں ہوسکا۔ انہیں کہیں کہ ربوہ جائیں (یہ لاہور کی بات ہے) اور جتنی جلدی ہوسکے نور ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر صاحب کی شہادت لے آئیں تو ادائیگی کی کاروائی کی جائے۔ اس پر تنویر صاحب کو غصہ آگیا بلند آواز میں باتیں کرنے لگے۔ گھر کے اندر زنانہ میں یہ سنا گیا کہ "اس کے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ آپ ضابطوں میں پڑے ہوئے ہیں، سرٹیفکیٹ ہوتے رہیں گے۔ آپ میری ضمانت پر اس کا بقایا آج ہی ادا کرنے کا انتظام کریں"۔ دوسری طرف سے پھر کچھ عذر ہوا تو چیخ کر بولے (کہ یہ انکا انداز تھا)۔ "وہ اس حال میں ربوہ کا سفر نہیں کرسکتا۔ اس کی رقم آج ہی ادا ہونی چاہئے۔ میں دفتر بند نہیں ہونے دوں گا جب تک کہ اس کا کام نہیں ہوجاتا۔ میں بیٹھا ہوں آپ دفتری کے ہاتھ رقم بھیجیں۔ آج ہی۔ ابھی" ۔ ۔ ۔ ۔ اور بھی بہت کچھ کہا۔ نتیجہ یہ کہ متعلقہ دفتر نے اسی سہ پہر ادائیگی کر دی اور ادھر جان میں جان آئی۔ غالباً ان کا یہ رویہ تھا جس کی وجہ سے دفتر الفضل کی فضا ہمیشہ ہی خوشگوار نظر آئی۔ جہاں افسر مہربان ہو وہاں کارکن بھی جان دیتے ہیں۔ مسعود بھائی (مسعود احمد خان دہلوی۔ بعد میں ایڈیٹر الفضل) اور خورشید صاحب تو ان کے دو بازو تھے ہی، اور یہ بات وہ اکثر دہرایا کرتے تھے، منشی احمد حسین کاتب اور منشی یعقوب مرحوم صاحب بھی بہت بے تکلف تھے اور اکثر ان کے اداریوں اور نظموں کے بارے میں کاتبانہ مشورے دیا کرتے تھے۔ مددگار کارکن بشیر تو بچوں کی طرح مچلا کرتا تھا۔

منشی احمد حسین صاحب کے ذکر سے یاد آیا کہ ایک سہ پہر کو جب میں تنویر صاحب کے ساتھ ان کے مکان میں بیٹھا تھا۔ منشی صاحب نے مضمون کی کتابت مکمل کرکے دیوار کے اوپر سے آواز دی کہ "تنویر صاحب اس کا عنوان کیا لکھوں"۔ میں ایسے ہی ایک موقع پر پہلے یہ جواب سن چکا تھا کہ "یار تم ہی کچھ لگا دو" لیکن اس دن کہا کہ ذرا توقف کریں ابھی بھجواتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے سامنے تپائی پر پڑی ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "ازالہ اوہام" اٹھائی، کچھ دیر ورق گردانی کی اور ایک پرزے پر کچھ لکھ کر مجھے ارشاد فرمایا کہ منشی صاحب کو دے آئیں۔ میں واپس آیا تو کہا کہ آج کا مضمون میں نے حضرت اقدس کی تحریر سے انسپائر ہو کر لکھا تھا سو میں چاہتا تھا کہ اس کی سرخی بھی حضورؑ ہی کے مقدس الفاظ میں ہو۔

بات سے بات یاد آتی ہے۔ ایک وقت جب میں تنویر صاحب کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک لڑکا دستی خط لایا۔ کھولا تو اس میں خاندان مسیح موعودؑ سے نسبت رکھنے والے ایک صاحب کی طویل نظم تھی۔ میں پہلے بھی الفضل میں ان کا کلام پڑھ چکا تھا اور بے سبب طوالت، فنی اغلاط اور بے مقصدیت کی وجہ سے کچھ منقبض سا تھا۔ میں نے پوچھا آپ اسے شائع کریں گے؟ میں ہوں تو انکار کردوں۔ نہایت دھیمے انداز میں کہنے لگے "انکی پہلی نظمیں چھپنے سے قبل میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ یہ نظم ضرور چھپے گی۔ کوئی سقم ہے تو میں خود دور کردوں گا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے میری ذات اور میری سوچ پر اتنے بھاری احسانات ہیں کہ آپؑ سے دور کی نسبت رکھنے والے شخص کی ادنیٰ خواہش بھی میرے لئے ایک حکم ہے۔ میں انہی کا نوکر یہاں بیٹھا ہوں"۔ میں مبہوت رہ گیا۔

خاندان کے افراد بھی تنویر صاحب سے شفقت کا خصوصی سلوک فرماتے تھے۔ ادھر سے عجز اور عقیدت کا اظہار ہوتا تھا تو ادھر سے عزت افزائی۔ ایک دن میں خانہ تنویر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ بہت خوش ہیں اور خلاف معمول ہاتھ پشت پر باندھے ٹہل رہے ہیں۔ کمرے کے ایک کونے میں گئے اور ایک رکابی میں ایک بڑا قلمی آم اور چاقو لاکر مجھے دیا کہ لو کھاؤ۔ میں نے پوچھا کہ یہ عیاشی کس مد میں ہو رہی ہے۔ چہک کر بولے، "آج سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے کچھ آم اور پان کی گلوریاں بھجوائی ہیں ساتھ رقعے میں مجھے محترم بھائی صاحب کا اعزاز دیا ہے اور مجھ جیسے مسکین گنہ گار کو دعا کے لئے فرمایا ہے"۔ اس مختصر خط سے میں نے بھی اپنی آنکھیں روشن کیں۔ مجھے بتایا کہ حضرت سیدہؓ اور پیارے خلیفۃ المسیح پہلے بھی اس طرح کبھی کبھی نوازا کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے بھی کبھی جواباً کوئی تحفہ بھیجا ہے، کہا وہ میری اوقات سے خوب واقف ہیں میں ہمیشہ غالب کی بیسنی روٹی ملنے پر شکر گزاری کی طرح ان مقدسوں کی خدمت میں دعائیہ شعر لکھ دیتا ہوں۔ خرما بھی پاتا ہوں اور ثواب بھی ملتا ہے۔

میرے اس بیانیہ میں زمانی ترتیب نہیں ہے۔ جیسے جیسے کوئی بات یادوں کے جھروکہ میں جھلکتی ہے لکھے جارہا ہوں۔ ۱۹۴۶ء میں جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشم جوہر شناس نے خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم کی سبکدوشی کے بعد تنویر صاحب کو الفضل کی ادارت کے لئے منتخب فرمایا تو ان کی عمر تبھی ریٹائرمنٹ کے قریب تھی سو تقرری کے بعد ہر سال طبی معائنہ سے مشروط ایک سال کی مزید توسیع ملتی تھی اور اس طرح ایک ایک کرکے انہوں نے پچیس سال خدمت کی۔ ایک سال متعلقہ نظارت کے سربراہ کو خیال ہوا کہ اس قسم کا تسلسل ایک ناپسندیدہ مثال نہ قائم کردے تو انہوں نے نہایت نیک نیتی اور سلسلہ کی خیرخواہی کے پیش نظر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر زیادہ ہوجانے کی وجہ سے اب تنویر صاحب کو فارغ کردینا چاہئے۔ یوں تو حضور انور کی منشاء مبارک ہی خدام کے لئے قطعی حکم کا درجہ رکھتی تھی لیکن حضرت صاحب نے اپنے اس خادم پر اپنا عندیہ ٹھونسنے کے بجائے دلیل کے رنگ میں فرمایا کہ تنویر ایک وکیل، انشاپرداز، مصنف، شاعر، ایڈیٹر اور قابل منتظم ہے۔ اس کی صلاحیتیں اور قویٰ عروج پر ہیں۔ جب آپ کوئی ایسا جامع الصفات شخص لادیں گے تو ہم غور کریں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ انبیاء، خلفاء اور دین کا کام کرنے والے کبھی ریٹائر نہیں ہوتے۔ محترم ناظر صاحب کے حسن نیت کا ثبوت یہ ہے کہ یہ سارا قصہ خود انہوں نے تنویر صاحب سے بیان کیا اور ان کے گزارہ الاؤنس میں اضافہ کی خوشخبری اور مبارکباد دی۔

احمدی ہونے سے پہلے تنویر صاحب کو اصناف شعر میں سے نظم کے ساتھ شغف تھا اور اس میں بھی مظاہر فطرت کی منظر کشی میں تخصص تھا۔ انگریزی میں ورڈزورتھ اور اردو میں محمد حسین آزاد کے معترف تھے۔ کبھی کبھی نظیر اکبر آبادی کا کوئی مصرعہ بھی گنگنایا کرتے تھے۔ نثر میں آسکروائلڈ کے اسلوب کو پسند فرماتے تھے۔ نیاز فتح پوری کی وسعت مطالعہ اور نثر نگاری کے قائل تھے اور وہ بھی ان سے باقاعدہ خط و کتابت رکھتے تھے۔ سیالکوٹ کے علامہ سید میر حسن کے شاگرد ہونے کے ناطے سید صاحب کے تلامذہ ادیبوں شاعروں سے گہرے تعلقات تھے۔ اقبال، فیض، امین حزیں، اثر صہبائی سب نے اپنا اپنا رنگ نکالا، تنویر صاحب نے "نیچرل شاعری" اپنائی اور بہت جلد اس میں اپنا مقام منوایا۔ اس وقت کے ملک کے نامور ادبی جریدے بہت اصرار کے ساتھ ان کا کلام طلب کرتے اور نمایاں کرکے شائع کرتے تھے۔ مخزن، ہمایوں، خیام، ادبی دنیا اور نیرنگ خیال کے صفحات آج بھی تنویر کی نگارشات سے روشن ہیں۔

مشہور نقاد ثناء اللہ میراجی نے اپنی کتاب "اس نظم میں" شائع کی تو اس میں تنویر صاحب کو اس عہد کا نمائندہ نظم گو شاعر قرار دے کر ان کی کئی نظمیں شامل کیں اور ان پر تحسین و تعریف اور نقد و نظر کے پھول نچھاور کئے۔ میراجی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "تاج محل" پر تنویر کی نظم

یہ نورانی دھواں شاعر کے دل میں پیدا ہوتا ہے
یہ مرمر کا جہاں شاعر کے دل میں پیدا ہوتا ہے

اردو ادب عالیہ (کلاسیک) میں جگہ پائے گی۔ ۱۹۷۲ء میں میرے چھوٹے بھائی عزیزم لطیف قریشی نے "زنجیر گل" کے نام سے تنویر صاحب کے کلام کا ایک خوش نما مجموعہ مرتب کرکے شائع کیا تو اسے دیکھ کر اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر میرا ابتدائی کلام مختلف رسالوں میں سے تلاش کرکے کوئی اکٹھا کرے تو دیکھیں آج کا نقاد اس کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ یہ خواہش اس طرح پوری ہوئی کہ ۱۹۸۸ء میں جب پاکستان کی فضا احمدیوں کے لئے بہت غیر موافق تھی۔ لوگ احمدی کے لفظ سے بدکتے (الرجک) تھے اور احمدیوں کو اچھوت بنایا جارہا تھا تو اس ماحول میں پنجاب یونیورسٹی نے ایم۔اے کی ایک طالبہ کو اپنے مقالہ میں تنقید و بحث کے لئے "روشن دین تنویر۔ شخصیت اور شاعری" کا عنوان لینے کی منظوری دی۔ ۱۹۹۰ء میں جامعہ پنجاب کے فاضل اساتذہ کی نگرانی میں جب یہ مقالہ مکمل ہوکر سامنے آیا تو اس میں تنویر صاحب کی مختلف ادوار میں شاعری کے نمونے اور اس کے بارے میں چوٹی کے ماہرین مثلاً ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر محمد باقر، منصور احمد خاں، میراجی، سید عابد علی عابد، ڈاکٹر وزیر آغا وغیرہم کی آراء درج ہوئیں اور اس طرح ان کے ادبی مقام کا وہ پہلو بھی سامنے آگیا جو اس سے پہلے منتشر اوراق میں مستور تھا۔

ایک دفعہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی بزم اردو کے روح رواں ڈاکٹر پرویز پروازی سلمہ نے کوئی تقریب برپا کی جس میں شرکت کے لئے مولانا صلاح الدین احمد لاہور سے اور پروفیسر اصغر سودائی سرگودھا سے تشریف لائے تھے۔ دیگر مشاہیر بھی مدعو تھے۔ میں تنویر صاحب کے ساتھ ایک طرف بیٹھا تھا کہ مولانا صلاح الدین نے بڑی دیر تک غور سے دیکھنے کے بعد تنویر صاحب کو پہچانا۔ پروفیسر سودائی کو ساتھ لے کر وہاں آ گئے جہاں ہم بیٹھے تھے اور فرمایا "السلام علیکم۔ آپ روشن دین تنویر تو نہیں؟"۔ تنویر صاحب پان کو منہ میں سمیٹتے ہوئے بولے "مولانا آپ نے خوب پہچانا۔ میں وہی ہوں مومن مبتلا۔ تشریف رکھئے"۔ مولانا نے بڑے اشتیاق اور محبت سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "حضرت آپ ادب کے افق سے ایسے غائب ہوئے کہ آپ کے عشاق مشعلیں لے کر آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں"۔ تنویر نے جواب دیا "ہم تنویر ہیں۔ ادھر ڈوبے ادھر نکلے"۔ یہ چہلیں ہو رہی تھیں کہ جھنگ کے ملنگ شاعر شیر افضل جعفری وہاں آگئے اور نعرہ مستانہ لگایا کہ تنویر صاحب آج ہم جھنگ رنگ گائیں گے اور آپ سے چناب رنگ سنیں گے کہ سوہنی اور ہیر کے چناب کی رومانوی فضا میں آپ سے بہتر کوئی رنگ نہیں بھر سکتا۔

اور یہ سچ ہے کہ رندی اور بے باکی کا مزاج ترک کرنے کے باوجود تنویر صاحب سیالکوٹ میں تھے تو "ایک" ندی، لاہور میں آئے تو راوی اور ربوہ میں چناب کے کنارے بیٹھ کر پہروں آب رواں کے سحر میں گم رہتے۔ اٹھتے تو واپسی پر ارتجالاً شعر کہتے۔ یوں لگتا جیسے روح کا سارا زنگ دھل گیا ہو۔ ایسی ہی ایک سیر کے دوران مجھے بھی محمد نذیر صاحب فاروقی مرحوم کی ہمراہی میں اس قسم کی واردات کا مشاہدہ ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ فاروقی صاحب نے کانٹے سے مچھلی پکڑی تھی۔ تنویر صاحب نے اس پر راوی کے کنارے کی ریت مٹی تھوپ کر خشک لکڑیوں کے الاؤ میں پکائی تھی اور پھر پکی ہوئی مٹی کے خول کو توڑ کر اسی ماحضر صورت میں کھائی تھی۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں میرا قیام زیادہ تر رینالہ خورد ضلع منٹگمری میں گلیکسو کمپنی کے احاطہ میں رہا۔ بہت سرسبز اور شاداب جگہ تھی۔ میں کئی بار اصرار کرکے تنویر صاحب کو چند دن آرام اور تفریح کا لالچ دے کر ساتھ لایا۔ ہمارے پاس آکر بہت خوش ہوتے تھے۔ صبح سویرے چمن میں جاکر پھولوں کو جھک جھک کر سونگھتے۔ گھاس کی شبنم پر ننگے پاؤں چلتے۔ کمرے کے اندر یا برآمدوں میں بیٹھنے کی بجائے صحن میں کسی درخت کے سائے میں کرسی بچھواتے۔ مالی کو نئے نئے پھولوں کے نام بتاتے۔ چونکہ جوانی میں کچھ عرصہ شمالی افریقہ اور سوڈان میں گزارا تھا اس لئے بحیرہ روم کی آب و ہوا کے حوالے سے نرگس، زعفران اور ٹیولپ کے پھولوں کا ذکر کرتے اور مجھے فرماتے کہ مری، ایبٹ آباد یا کوئٹہ سے ان کے گٹھے (Bulbs) ضرور مل جائیں گے۔ وہاں کسی پھولوں کے تاجر یا اپنے محکمہ زراعت کے دفتر کو لکھو۔ میرے گھر کے صحن میں انجیر کا پودا اپنے ہاتھ سے لگایا اور ہنستے ہوئے فرمایا کہ کہیں سے زیتون مل جائے تو وہ بھی گاڑ دوں تاکہ آیہ کریمہ "والتین ۔ ۔ ۔" مکمل طور پر نصب ہو جائے۔ ان مشاغل میں دو ہی دن گزرے ہوتے تو

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6361/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip
Road, Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

مکتوب پاکستان

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں

(مبشر احمد محمود ایم۔ اے۔)

پاکستان کے اخبارات سے چند خبریں مختصر تبصرہ کے ساتھ پیش خدمت ہیں:۔

☆ سابق آئی۔ جی پولیس اور روزنامہ جنگ کے مستقل کالم نویس فضل حق صاحب اپنے ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ء کے کالم میں ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"....... پاکستانی فوج اپنے اصل ہدف (کشمیر) کی طرف سرعت سے کامیاب مورچے سر کر رہی تھی، ان کی قیادت جنرل اختر حسین ملک کر رہے تھے۔ یہ جرنیل حربی مہارت میں بھی یکتا تھے۔ وہ اکھنور پل نامی ایک ایسے سٹریٹیجک مقام کو چند گھڑیوں میں فتح کرنے والے تھے جس کے بعد بھارتی فوج پیدل رستے وادی میں نہیں پہنچ سکتی تھی ...... سپریم ہیڈکوارٹرز سے جنرل اختر ملک کو یہ حکم ملا کہ وہ اکھنور پل سے پیچھے رک جائیں ...... سپریم کمانڈر نے جنرل اختر ملک سے محاذ کی کمان واپس لے کر جنرل یحیٰ خان کے سپرد کر دی اور پاکستانی پیش قدمی رک گئی (جنگ کے بعد جنرل اختر ملک کو سینٹو کا سیکرٹری جنرل بنا کر انقرہ بھیج دیا گیا تھا جہاں سے ان کا جنازہ واپس آیا تھا)"۔

پاکستان کی عسکری تاریخ اور خصوصاً ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے حوالہ سے کوئی ایسی تحریر نہیں جو پوری دیانت اور صداقت سے لکھی گئی ہو اور اس میں احمدیت کے اس عظیم سپوت جنرل اختر ملک کے عظیم کارناموں کا انتہائی تحسین کے ساتھ ذکر نہ کیا گیا ہو۔ جنرل صاحب کے بعض رفقاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ جنرل ملک کو ایک انتہائی فیصلہ کن مرحلہ پر محاذ جنگ سے واپس بلانا پاکستان کی ایک بہت بڑی بدقسمتی تھی اور اگر یہ سازشی حماقت نہ کی جاتی تو آج پاکستان کی تاریخ بھی مختلف ہوتی اور اس کا جغرافیہ بھی آج سے کہیں زیادہ وسیع اور محفوظ و مامون ہوتا اور "موجودہ ارض پاکستان کے علاوہ کئی اور زمینیں بھی اس کی لپیٹ میں ہوتیں"۔

لیکن اس ارض پاک کی بدنصیبی دیکھئے کہ اس کا ایک "نقاب پوش" طبقہ اور اس کے قیام کو گناہ عظیم قرار دینے والا ایک مفاد پرست گروہ آج سب سے بڑا محب وطن بن کر اس کی تاریخ سیاہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ چنانچہ وطن کے ان عظیم جانثاروں اور جانباز محافظوں کو بھی، جن میں سے جنرل اختر ملک ایک ہیں، مذہب کی آڑ لے کر ہر قسم کے الزاموں اور بہتانوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس رُوسیاہ طبقہ کے عالموں اور راہنماؤں کو اس کے سوا کیا کہا جائے جو انہیں ان کے ہی ایک شاعر نے کہا تھا کہ ۔

قوم کو الو بناؤ کیا یہی اسلام ہے
دو ٹکے کے راہنماؤ کیا یہی اسلام ہے؟؟

☆ "سرائے عالمگیر سے منڈی بہاؤالدین مین روڈ پر تین نقاب پوش ڈاکو آدھے گھنٹے کی مدت کے دوران یکے بعد دیگرے ۱۴ بسوں کوچوں اور ٹرکوں سے لاکھوں روپے مالیت کے طلائی زیورات، نقدی اور دیگر قیمتی سامان لوٹ کر فرار ہوگئے۔ بتایا گیا ہے کہ یہ انتہائی منظم اور تربیت یافتہ گروہ اس سے پہلے بھی بہت سی ایسی وارداتیں کر چکا ہے۔ ڈاکوؤں نے شام سات بجے واردات شروع کی اور صرف آدھے گھنٹے کے اندر ۱۴ گاڑیوں کو لوٹ لیا"۔

ڈاکوؤں کی پھرتی، ہاتھ کی صفائی اور اپنے فن میں مہارت کی داد دینی پڑتی ہے۔ ڈاکوؤں کی قوت مشاہدہ اور "اساتذہ" سے سیکھنے کی اہلیت بھی قابل تعریف ہے کہ اپنے وطن کے راہنماؤں کو جو کچھ کرتے دیکھا بعینہ وہی کچھ اپنے دائرہ کار میں کر کے دکھایا۔ پوری قوم کی طرح ان گاڑیوں کے متاثرین بھی اس "ہنر مندی" پر محض داد ہی دے پائے ہونگے۔ واہ ۔

تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

☆ "ارکان اسمبلی کی اکثریت جاہل اور لادین ہے جنہیں اسلام اور پاکستان سے کوئی محبت نہیں۔ یہ لوگ پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں"۔

(سابق رکن اسمبلی مولوی منظور احمد چنیوٹی)

لگتا ہے کسی نے مولوی صاحب کو پکڑ دھکڑ کے آئینہ دکھا دیا ہے۔

☆ "پنجاب اسمبلی پر سالانہ ۱۴ کروڑ روپے سے زائد خرچ ہوتے ہیں لیکن قانون سازی برائے نام ہوتی ہے۔ بھاری مراعات لینے والے ارکان اجلاس میں صرف گالی گلوچ اور ہلڑ بازی میں مصروف نظر آتے ہیں"۔

پاکستان کے مخلص، محنتی اور سادہ دل لوگوں کی حالت زار پر اب تو رحم آتا ہے کہ گزشتہ ۴۷ سال سے چند مخصوص لوگ چہرے بدل بدل کر انہیں بے وقوف بنا رہے ہیں اور یہ خوابوں میں بسنے والے لوگ بار بار بے وقوف بن رہے ہیں۔ اور شاید ہمیشہ بنتے رہیں گے جب تک کہ تعلیم اور شعور کا نور عام نہیں ہوگا۔ مگر ایسا ہونے کون دے گا؟؟

☆ "گیلی لیو نے زمین کی گردش کا کلیہ پیش کیا تھا تو قوم نے اس کے ساتھ کیا کیا سلوک نہیں کیا تھا؟ بعض مسلمانوں کے بس میں ہوتا تو انسان چاند پر نہیں جا سکتا تھا۔ بعض مسلمانوں کے بس میں ہوتا تو ٹیلی ویژن ایجاد نہیں ہو سکتا تھا۔ مسلمانوں کے بس میں ہوتا تو ٹیلی فون، ہوائی جہاز کا سفر غرض ہر نئی چیز ناممکن ہوتی۔ اب جبکہ خود جہاز کے سفر سے لطف اندوز ہوتے ہیں، ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں رونما ہوتے ہیں، دوربین سے دیکھ کر چاند ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس لئے بہت کچھ جو نازیبا تھا "زیبا" کر دیا گیا ہے"۔

(معروف شاعرہ اور دانشور کشور ناہید کے ایک کالم سے اقتباس)

قارئین کو شاید یہ دلچسپ بات یاد ہوگی کہ جب امریکہ کے خلابازوں نے پہلی بار چاند پر قدم رکھا اور دنیا بھر میں اس کا غلغلہ ہوا تو ہمارے کئی عالمان دین نے اسے جھوٹ قرار دے کر ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ انہیں دنوں جب ایک عالم دین کو طویل بحث مباحثہ کے بعد اس حقیقت کو ماننے پر مجبور ہونا پڑا تو انہوں نے ایک بڑا تاریخی فقرہ ارشاد فرمایا تھا "چلو اگر گئے بھی ہوں گے تو ضرور چودھویں کے چاند پر گئے ہونگے ذرا پہلی کے چاند پر اتر کر دکھائیں تو مانیں گے"۔

ہماری قوم کے ان نام نہاد "عالموں" کے انہی علمی دلائل اور سائینسی اجتہادات ہی نے قوم کو اس حال تک پہنچایا ہے۔ مگر اب بالآخر وہ دور بہت قریب آ رہا ہے جب چہروں کے حقیقی روپ لوگوں کو نظر آنے لگے ہیں اور جھوٹ در جھوٹ کے پردوں میں چھپائی گئی سچائیاں اپنے پورے حسن کے ساتھ عیاں ہونے لگی ہیں۔ لگتا ہے کہ ۔

مرے کارواں نے سمجھ لیا جو تھا راہنماؤں کا مسئلہ
انہیں منزلوں کی ہوس تو تھی، انہیں راستوں کا پتہ نہ تھا

☆ "۱۹۸۸ء سے اب تک صرف پانچ سالوں کے اندر جو در حقیقت ایک ہی حکومت کی مدت اقتدار تھی ہم سات حکومتوں کا تجربہ کر چکے ہیں۔ صرف گزشتہ سال یعنی ۱۹۹۳ء میں ہم نے یکے بعد دیگرے پانچ حکومتیں تبدیل کیں۔ جب اکھاڑ پچھاڑ کا یہ عالم ہو اور حکومتیں کسی مصروف پلیٹ فارم سے گزرنے والی گاڑیوں کی طرح آ جا رہی ہوں تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ملک و قوم کی حالت کیا ہوگی"۔ (ہارون اختر خان ایم۔ پی۔ اے)

جی ہاں اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اندازے لگانے والے اندازے لگا بھی رہے ہیں بلکہ اس بدقسمت ملک کے بارہ میں ایسے ایسے منصوبے بنا رہے ہیں کہ جنہیں سن اور پڑھ کر تشویش اور فکر سے کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ مگر اس خداداد وطن کو اس حال تک پہنچانے کے ذمہ داروں کا یہ حال ہے کہ دن رات ایک دوسرے سے گالی گلوچ اور دھینگا مشتی سے فرصت نہیں۔ قوم کے ان "راہنماؤں" سے کسی صاحب درد کے الفاظ میں اب تو یہی کہنے کو دل چاہتا ہے کہ

"پاکستان کے حکمرانوں اور سیاست دانو! اگر تم میں دوسرا کوئی جذبہ بھی باقی نہیں رہا تو اس ملک کو اپنے لُوٹنے کے لئے ہی بچا لو"۔

☆ "راولپنڈی میں راولپنڈی ڈیویلپمنٹ اتھارٹی کے افسران اور عملہ نے قادیانی کمپلیکس مسمار کر دیا"۔

اس دشت کے مکینو! میرے بھائیو! ۔

دکھ انگوری بیلیں ہیں یہ بیلیں پھلنے دو
سکھ کے پھل بھی کھنچ آئیں گے سورج ڈھلنے دو

☆ "پچھلے چند برسوں میں قتل ہونے والے زیادہ افراد فرقہ واریت کا شکار ہوئے ہیں"۔ (صوبائی وزیر تعلیم، ریاض فتیانہ)

بدل جائے گا یہ رنگ تماشا ہم نہ کہتے تھے
وہی آخر ہوا انجام، دیکھا ہم نہ کہتے تھے

"سب ڈویژنل مجسٹریٹ کوئٹہ نے خود کو مسلمان ظاہر کرنے والے تین قادیانیوں کو ایک ایک سال قید بامشقت اور پانچ پانچ ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی ہے"۔

کسی بھی دن کے اخبار اٹھا کر دیکھ لیں مذہبی منافرت اور فرقہ بندی پر مبنی خبروں نے ان کے دامن سیاہ کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ فرقہ پرستی کے ہاتھوں ملک کی سالمیت تک خطرات سے دوچار ہے۔ ان حالات میں حکومت کی سرپرستی میں ملک کی عدلیہ جب اس قسم کے فیصلے سنائے تو کیا اس ملک کو کسی بیرونی دشمن کی ضرورت ہے؟

☆ "جہلم میں لاؤڈ سپیکروں کے ناجائز استعمال کے خلاف واک کی جائے گی۔ ڈپٹی کمشنر جہلم مہمان خصوصی ہونگے"۔

اس واک کے منتظمین کی دور اندیشی کی داد دینی پڑتی ہے کہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو مہمان خصوصی بنا کر اپنے تحفظ کا کچھ نہ کچھ اہتمام کر لیا۔ ورنہ یقیناً انہیں کسی نہ کسی دینی مدرسہ کی طرف سے ڈنڈوں اور لاٹھیوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہاں تو یہ عالم ہے کہ شریف شہریوں کے ایک طویل عرصہ کے احتجاج اور آہ و فریاد کے بعد جب گذشتہ دنوں حکومت نے لاؤڈ سپیکر کے ناجائز استعمال پر پابندی کا فیصلہ کیا تو مولویوں نے اسے مداخلت فی الدین قرار دے کر علی الاعلان اس کی خلاف ورزی کی۔ اور اب یہ حال ہے کہ حکومت کو للکار کر پہلے سے بھی کہیں زیادہ لاؤڈ سپیکروں پر صبح و شام چیخا اور دھاڑا جاتا ہے۔ شر اور شرارت کے سامنے حکومتوں کی یہ (خود اختیار کردہ) بے چارگی دیکھ کر ستائے ہوئے شریف شہریوں نے خود احتجاج کرنے کا فیصلہ کیا تو ہے مگر ۔

آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک

☆ "وزیر اعظم پاکستان کے دورہ سپین کے دوران وزیر اعظم سپین نے جو ضیافت دی وہ دو ڈش پر مبنی تھی۔ سادگی اور وقار کا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ سپین کے وزیر اعظم کا لباس سادہ تھا جبکہ پاکستانی وفد کے اراکین قیمتی سوٹوں میں ملبوس تھے حالانکہ ہم سپین سے امداد حاصل کرنے گئے تھے"۔

(دورہ سپین کے لئے وزیر اعظم کے وفد کے ایک رکن کے مضمون سے اقتباس)

یہ کوئی نئی بات تو نہیں۔ جب بھی بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کئے جاتے ہیں کہ فلاں ملک سے اِتنی بھیک (امداد) ملنے کا معاہدہ ہوا ہے تو ٹیلی ویژن پر ایسے مناظر ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اہل کرم کے لباس بھی سادہ ہوتے ہیں اور چہروں پر بھی عموماً سادگی اور عجز کے آثار ہوتے ہیں جبکہ کشکول بہ کف سائلوں کے لباس شاہی خلعتوں کو بھی شرما رہے ہوتے ہیں اور چہروں پر بھی فخر بلکہ غرور و نخوت عیاں ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح انسان رنج سے خوگر ہو جائے تو رنج مٹ جاتا ہے اسی طرح مسلسل بھیک مانگتے مانگتے بھکاری بھی اسے بے غیرتی اور ہتک نفس کی بجائے اپنا ایسا حق سمجھنے لگتا ہے جسے اکڑ کر وصول کرنا ضروری ہوتا ہے۔

" مارشل لاء والے توپیں اور بندوقیں لے کر کھڑے ہوں تو جج صاحبان مارشل لاء کو غیر قانونی کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ یہ بھی نظریہ ضرورت کا ایک پہلو ہے"۔

(سابق چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس نسیم حسن شاہ)

کسی بھی ملک کے استحکام، بقا اور سلامتی کا آخری ستون اور آخری امید عدلیہ کو سمجھا جاتا ہے مگر جب کسی ملک کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے منہ سے بھی اس قسم کی باتیں سنی جانے لگیں تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ ——— انا للہ وانا الیہ راجعون ———

خاموش کارکن

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی)

دنیا میں جہاں کہیں بھی نظام موجود ہوتا ہے اس نظام کو چلانے کے لئے کارکنوں کا وجود بھی ضروری ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ کا نظام اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس نظام کو چلانے والے کارکن دنیاوی مفادات سے بے نیاز ہو کر کام کرتے ہیں۔ اس نظام میں قوت کا سرچشمہ خلافت ہے۔ تمام کارکن خلیفہ وقت کی ہدایت کے ماتحت کام کرتے ہیں ۔ پھر کارکنوں میں مراتب کا فرق ہے کوئی واقف زندگی کارکن ہے، کوئی جزوقتی وقف کے تحت کام کرتا ہے اور کچھ ایسے بھی کارکن ہوتے ہیں جو عملاً وقف زندگی کارکن کی طرح کام کرتے ہیں مگر لفظاً شاید واقف زندگی نہیں ہوتے۔ جماعت کا سارا نظام، اخلاص اور وقف پر چلتا ہے اور چل رہا ہے!

ربوہ میں جب ہم نے ہوش سنبھالا اور انجمن کے کارکن کی حیثیت سے خدمت شروع کی تو یہ احساس نمایاں تھا کہ اگر ہمیں جماعت کی خدمت کرنی ہے تو عملاً بھی وقف زندگی کے نظام سے منسلک ہو جانا چاہئے چنانچہ بی اے کرنے کے بعد وقف زندگی کا فارم پر کر دیا۔ ارشاد ہوا ایم اے کریں۔ ایم اے کرنے کے بعد تجدید وقف کی اور تعلیم الاسلام کالج میں لیکچرار کی حیثیت سے خدمت شروع کی جو کالج کے قومیائے جانے تک جاری رہی۔ ہم کالج کے قومیائے جانے کے بعد بھی وقف ہی شمار کئے گئے کیونکہ حضرت خلیفة المسیح الثالث" کا ارشاد تھا کہ اقلة فی اقام اللہ کے تحت کام جاری رکھو۔ جس جس کی ضرورت ہوگی اسے جماعت بلالے گی چنانچہ بہت سے خوش قسمت اساتذہ بلالئے گئے۔

اس مضمون کا مقصد کچھ ایسے کارکنان کا تذکرہ کرنا ہے جن کے اخلاص نے ہمارے دل پر گہرے نقش چھوڑے ہیں۔ جماعت کے جید علماء کا اپنا ایک مرتبہ ہے مگر وہ خاموش کارکن جو انجمن اور تحریک کے نظام چلانے پر مقرر اور مستعد تھے، وہ بھی اس نظام سے منسلک تھے اور شب و روز سلسلہ کی خدمت میں مصروف تھے۔

خان صاحب منشی برکت علی خان صاحب، پتلے، لمبے تھے۔ سر پر پگڑی رکھتے تھے۔ ہاتھ میں چھڑی پکڑتے۔ تیز تیز چلتے تھے۔ ایک وقت تھا کہ تحریک جدید میں وکالت مال کا سارا نظام ان کی ذات کے گرد گھومتا تھا۔ ہم نے جب بھی انہیں دیکھا رجسٹروں پر جھکے ہی دیکھا۔ تمام اندراج اپنے ہاتھ سے کرتے تھے یا دوسرے کارکنوں کے کئے ہوئے اندراجات کو ذاتی طور پر دیکھے بغیر قبول نہیں کرتے تھے۔ ہم نے انہیں ہمیشہ رات کو دیر تک کام کرتے دیکھا۔

قادیان کے زمانہ سے ان کے ساتھ خاندانی تعلقات تھے۔ کرامت احمد خان مرحوم جو ہسپتال میں کمپاؤنڈر کے طور پر کام کرتے تھے، ہمارے رفیق کار بھی تھے اور دوست بھی تھے۔ ان کے ناطے کئی بار حضرت منشی صاحب کے گھر جانے کا بھی اتفاق ہوتا رہا۔ انہیں گھر میں بھی دفتر کے رجسٹروں اور کھاتوں سے دست و گریباں پایا۔ اس زمانہ میں کارکنوں کی ویسے ہی کمی تھی۔ سب لوگ ہمہ وقت کام کرتے تھے۔ دفتری اوقات کا نظام تو تھا مگر لوگ اس نظام کی پابندی صرف دفتر آنے کے وقت کرتے تھے۔ دفتر سے جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا جب تک کام ختم نہیں ہوتا تھا جانے کا سوال ہی نہیں تھا۔

ادھر انجمن میں خان صاحب مولوی فرزند علی خان صاحب تھے۔ ان کے جسم کا ایک حصہ مفلوج ہو گیا تھا۔ وہیل چیئر پر تشریف لاتے تھے اور پوری مستعدی کے ساتھ کام کرتے تھے وہ انجمن میں نظارت بیت المال کے ناظر تھے اور بیت المال کسی نظام کا بنیادی نقطہ ہوتا ہے۔ ہمیں ان کے ساتھ زیادہ کام کرنے کا موقعہ نہ ملا مگر ہم نے حضرت خان صاحب کو ہمیشہ ہی کام میں مصروف اور مستعد پایا۔ جسمانی کمزوری ان کی راہ میں حائل نہ ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد جو ناظر امور عامہ تھے اپنی طرز کے صوفی تھے۔ ان کی اولاد میں سے حبی، برادرم حبیب الرحمٰن درد اور عزیزی مجیب الرحمٰن درد سے محبت کا تعلق رہا۔ مجیب الرحمان، جسے ہم لوگ "موجی" کہتے تھے اپنے باپ کی تصویر ہے مخلص، ہمدرد اور دوست پرور۔ پھر ہمارے دوست مولانا محمد شفیع اشرف ان کے داماد ہو گئے۔ ان سے بھی ہمیشہ درد صاحب مرحوم کے بارہ میں تعریفی کلمات ہی سنے۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، ناظر دعوت و تبلیغ تھے۔ طربوش یعنی سرخ ٹوپی پہنتے تھے۔ یاد پڑتا ہے کہ بغیر پھندنے کے ہوتی تھی۔ دمشق میں لمبا عرصہ رہے تھے اس لئے ان کے رنگ ڈھنگ عربوں جیسے تھے۔ لکھتے بھی ویسے ہی تھے۔ چلنے میں ذرا کسل تھا اس لئے وقار سے آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ معذوروں والی خاص چھڑی ہاتھ میں رکھتے تھے کہ کہیں ستانا ہو تو اس کی سیٹ بنا کر ستالیں۔ حضرت شاہ صاحب کا چہرہ بڑا سرخ و سفید نورانی چہرہ تھا۔ تقریر کرنے میں بھی روانی نہیں تھی ذرا ذرا رکتے تھے اور ان کا وہ رکنا بہت بھلا لگتا تھا۔

بیت المال کے کارکنوں میں سے بابو عبداللہ صاحب یاد آ رہے ہیں۔ دارالرحمت غربی میں ان کی کوٹھی سبزے اور پھلوں سے لدی پھندی ہوتی تھی۔ دفتر میں دیر تک کام کرتے اور گھر آتے ہی باغبانی میں مصروف ہو جاتے۔ ہم نے انہیں جب بھی دیکھا کام میں مصروف دیکھا۔ دفتر میں ان کی کھڑکی کے سامنے سے گزر ہوتا تو حساب میں اور محلہ میں ان کے گھر کے سامنے سے گزر ہوتا تو پودوں میں مگن ملتے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ ہم نے ادب سے سلام کیا، ذرا سی دیر کو آنکھ اٹھا کر عینک اتار کر اوپر سے دیکھا، سلام کا جواب دیا، مسکرائے اور پھر اپنے کام میں مصروف! بے مقصد بات چیت کو ناپسند کرتے تھے۔

بابو صاحب کے علاوہ بیت المال کے حوالے سے میاں عبدالحق صاحب رامہ یاد آئے۔ رامہ صاحب حساب کتاب کے تو ماہر ہوں گے، ان کی فارسی دانی کے ہم قائل ہیں۔ فارسی زبان اور ادب کا گہرا ذوق رکھتے تھے۔ شعروں کی باریکیوں پر نگاہ رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی درثمین فارسی کے حافظ تھے ۔ حافظ کا سارا دیوان بھی شاید انہیں حفظ تھا۔ عمر خیام کی رباعیات نوک زبان پر تھیں۔ دفتر میں دو اور دو چار مگر گھر میں فارسی!

...... دفتر امور عامہ کے مکرم نذیر فاروقی صاحب ادب کا صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ خود شعر تو شاید نہیں کہتے تھے مگر شعر فہمی میں طاق تھے۔ اسی ناطے ہمارے ساتھ دوستی تھی حالانکہ ہماری عمروں میں بہت فرق تھا۔ ان کی بذلہ سنجی بھی بہت مشہور تھی۔ انجمن کے قریب کوارٹر بنے تو مکینوں کو اپنے اپنے کوارٹروں کے نام رکھنے کی سوجھی۔ مولوی نور احمد صاحب نے اپنے مکان پر "مشکوٰة النور" کی تختی لگائی گویا دبستاں کھل گیا۔ ایک دوست نے نام رکھا "بیت المعمور" کہ ماشاء اللہ بھرا پرا گھر تھا۔ دوسرے نے رکھا "بیت السرور" بس اسی طرح قافیہ نمائی ہونے لگی۔ حتیٰ کہ ناموں کا کال پڑ گیا۔ قافیہ تنگ ہو گیا تو ایک عزیز دوست فاروقی صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے میرے مکان کا کوئی نام تجویز کریں۔ فاروقی صاحب نے ایک دو نام تجویز کئے تو وہ کہنے لگے نہیں "مشکوٰة النور" والے قافیہ میں نام ہونا چاہئے ۔ فاروقی صاحب نے کہا تو "فقدان الشعور" رکھ لو۔ وہ صاحب اپنا سا منہ لے کے رہ گئے۔ ہم نے عبدالسلام اختر مرحوم کے گھر کو "چشم بددور" کا نام دے رکھا تھا۔ جب ہماری تبدیلی دفتر بہشتی مقبرہ میں ہوئی تو فاروقی صاحب تشریف لائے فرمانے لگے "یار تم نے کوارٹر الاٹ نہیں کروانا؟" ہم نے کہا کیوں آپ اس پر "اہل قبور" کا بورڈ لگوانا چاہتے ہیں؟ فاروقی صاحب فوراً واپس ہوئے اور سیدھے حضرت میاں عزیز احمد صاحب کو جا کر یہ لطیفہ سنایا! مدتوں انجمن کے دفاتر میں "اہل قبور" کا چرچا رہا!

بہشتی مقبرہ کے دفتر میں ہماری دوستی تو مبارک شاہ صاحب سے ہوئی جو سید سرور شاہ صاحب کے فرزند تھے مگر ہم دونوں کے افسر بابو عبدالعزیز صاحب تھے۔ نہایت مرنجاں مرنج آدمی تھے اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ ادھر ادھر باتیں کرتے تھے نہ کرنے دیتے تھے۔ وصیت کے نام کو اور حساب کتاب کو مقدس جانتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ جو شخص اتنے اخلاص سے اپنے مال اور اپنی جائیداد سلسلہ کو دیتا ہے اس کا حق ہے کہ اس کے جذبے کی قدر کی جائے۔ چنانچہ ذرا سی بھی غلطی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اب تو حساب کتاب کے فارم چھپ گئے ہیں اس لئے آسانی ہو گئی ہے اس زمانہ میں لوگوں کو حساب کتاب بتانے کے لئے سب کچھ ہاتھ سے لکھنا اور خانوں میں پر کرنا پڑتا تھا۔ بابو صاحب رجسٹر سامنے رکھوا کر ایک ایک حصہ جانچتے تھے، بغیر جانچے دستخط نہیں کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے رشید نے پرائیویٹ طور پر بی اے کیا پھر ائر فورس میں چلے گئے اب ونگ کمانڈر کے طور پر ریٹائر ہو کر ربوہ میں مقیم ہیں۔ بابو صاحب کو رشید کی پڑھائی کی بھی اتنی ہی فکر رہتی تھی اور اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے خوب خوب دعائیں بھی کرتے تھے۔ ونگ کمانڈر احمد سے ہماری دوستی تو بعد میں ہوئی ان کا چرچا ان کے ابا سے مدتوں پہلے سنا تھا۔ بابو صاحب ہمدرد افسر، دعا گو باپ اور خاموش محلہ دار تھے۔ مدتوں ہمارے پڑوس میں رہے مگر ہم نے محلہ میں ان کا چرچا نہیں سنا! اپنے کام سے کام رکھتے تھے اور بس!

ایک اور بزرگ یاد ہیں جو انجمن میں آڈیٹر تھے۔ محمود عالم صاحب! حضرت مصلح موعودؓ نے چن چن کر محنتی اور مخلص لوگ اکٹھے کر لئے تھے۔ محمود عالم صاحب کا بھی وہی عالم تھا۔ خاموش، حساب میں مگن۔ ہم نے دفتر میں انہیں کبھی کسی سے ملتے یا بولتے نہیں دیکھا۔ دفتر آتے تو کام شروع کر دیتے، کام ختم ہوتا تو اٹھتے۔ سلام کہتے، یہ جاوہ جا۔ ہمیں کئی بار بعض بلوں کے پاس کروانے کے سلسلہ میں ان کے دفتر میں جانے کا اتفاق ہوتا رہا مگر ان کا وہ رعب تھا کہ ان سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑی۔ ان کے ماتحتوں میں سے جن لوگوں نے ان سے کام سیکھا یہی سننے میں آیا کہ نہایت دیانت دار محنتی اور خاموش کارکن ہیں کبھی کسی کارکن سے تعرض نہیں کرتے۔

اپنے دوست چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان پر تو جی چاہتا ہے علیحدہ مضمون لکھ دوں! چوہدری صاحب سے تعلق ان کی ماتحتی سے شروع نہ ہوا بلکہ کالج کے زمانہ میں شروع ہوا۔ چوہدری ظہور احمد صاحب حضرت خلیفة المسیح الثالث" کے دوستوں میں سے تھے اور صد سالہ جوبلی فنڈ کے کرتا دھرتا تھے۔ حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ کے ساتھ کشمیر کمیٹی میں کام کر چکے تھے اس لئے کشمیر کمیٹی کی تاریخ پر ان کی رائے مستند سمجھی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں ان کی کتاب بھی چھپ چکی ہے۔ ابا جی (حضرت مولانا احمد خان صاحب نسیم مرحوم و مغفور) سے بھی دوستی تھی۔

چوہدری ظہور احمد صاحب نے اپنا سفر، دفتری کی حیثیت سے شروع کیا اور ناظر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے ۔ وضع دار آدمی تھے۔ صاحب ذوق تھے۔

"نیک بندوں کو خدا کا دیدار اسی جہان میں ہو جاتا ہے اور وہ اسی جگ میں اپنے اس پیارے کے درشن پالیتے ہیں جس کے لئے وہ سب کچھ کھوتے ہیں"

(مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام)

IMPORTERS & EXPORTERS
OF
READY MADE
GARMENTS
S.S. ENTERPRISES
TELEPHONE AND FAX NO:
081 788 0608

CAN YOU SERIOUSLY
AFFORD TO TRAVEL BY
AIR WITHOUT FIRST
CHECKING OUR PRICES?
PHONE US FOR A QUOTE
ATLAS
TRAVEL
THE TRAVEL AGENTS YOU
CAN TRUST
061 795 3656
493, CHEETHAM HILL ROAD,
MANCHESTER, M8 7HY

لباس کے معاملہ میں بھی نفاست کا مظاہرہ کرتے تھے۔ سر پر سفید پگڑی پہنتے تھے۔ باتوں میں موہنی تھی۔ مخاطب کو گرویدہ کر لیتے تھے۔ سلسلہ کے علماء کا بہت احترام کرتے تھے۔ کہتے تھے عالم نہیں ہوں، عالم شناس ہوں! اور واقعی علم کی پہچان رکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ ہمیں ان سے دوستی کا شرف حاصل ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ آخری عمر میں بعض اوقات طلب کر کے بلاتے تھے اور فرماتے تھے میرے ساتھ باتیں کرو۔

ناظر دیوان کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ کارکنوں کے مفادات کا تحفظ کرنا اپنا فرض جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے اپنے رنگ کے صوفی تھے۔ نمود و نمائش سے عاری اور متنفر تھے! جب ہم انجمن میں کلرک تھے چوہدری صاحب کارکن درجہ اول تھے۔ پھر نائب آڈیٹر ہوئے اور پھر آڈیٹر، پھر ناظر! انجمن کے کارکنوں میں بہت کم کارکنوں کا گراف ایسا ہے۔ حساب کتاب کی سوجھ بوجھ خود اپنی پیدا کردہ تھی کوئی ڈگری وغیرہ ان کے پاس نہیں تھی۔ صد سالہ جوبلی کا فنڈ اور اس کا حساب کتاب بڑا ٹیڑھا مسئلہ تھا مگر چوہدری صاحب اس کام کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ہمیشہ خوشنودی کا اظہار ہی فرمایا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی خدمت کرتے رہے پھر ایک روز اچانک اس سفر پر نکل گئے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا!

ان کے بیٹوں میں سے منور تو ہمارے کلاس فیلو تھے۔ چھوٹے ہمارے شاگرد ہوئے۔ عزیزی لئیق احمد آج کل نیشنل بنک آف پاکستان کے سینئر عہدیدار ہیں اور پاکستان سائیکلنگ ایسوسی ایشن کے کچھ "لگتے" ہیں۔ ہمارے دوست ڈاکٹر رشید احمد مرحوم ان کے داماد تھے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی آل اولاد یہاں سویڈن میں آباد ہے! ان کا بیٹا عزیزی ڈاکٹر انس احمد چونکہ ہمارے بیٹوں کا ساتھی ہے اس لئے ہمارے ہاں اپنے بیٹے کی طرح ہی سمجھا جاتا ہے۔ اللہ اس کی عمر اور صحت میں برکت دے آمین۔

شذرات

(م - ا - ح)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمیعت علمائے پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی پر کوئی مشکل وقت آ گیا ہے کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کے بارے میں بارہا دہرائے گئے جھوٹ پر مبنی ایک اور بیان داغ دیا ہے۔ ان کی مجبوری کا عذاب ثواب ان کی گردن پر، خبر یہ ہے:

"جمیعت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ قادیانیوں نے اپنا ہیڈکوارٹر اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب میں منتقل کر لیا ہے اور اس سلسلے میں میرے پاس ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کا ثبوت ۱۹۷۴ء میں ذوالفقار علی بھٹو کو بھی فراہم کیا گیا تھا جس کے بعد انہوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی پاکستان کو اندر سے کمزور کرنے کے لئے مختلف لسانی و فرقہ وارانہ گروہوں کو رقم فراہم کر رہے ہیں"۔

(روزنامہ جنگ لندن ۱۵ نومبر ۱۹۹۴ء صفحہ ۱)

قبل اس کے کہ ہم اس جھوٹ کی لاش پر عمل جراحی کریں، الفضل کے ان قارئین کے لئے جو نورانی صاحب کو اچھی طرح نہیں جانتے، موصوف کا مختصر تعارف حاضر ہے۔ یہ حضرت ایک اور مشہور ملا عبدالعلیم میرٹھی کے فرزند ہیں۔ پاکستان کے بریلویوں کے ایک حصہ کے پیر ہیں۔ اہل سنت کے متعدد گروہوں میں سے ایک کو جمیعت العلماء پاکستان نامی سیاسی جماعت بنا کر اس کے ایک حصہ کے رہنما، عہدیدار اور کارکن (یعنی سبھی کچھ) ہیں۔ کاجل، پان، بالوں میں مانگ اور نازک اندامی کی وجہ سے اپنے عشاق میں نورانی میاں کے پیار کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے کردار اور ذاتی عادات کی تفاصیل پر مشتمل جو مطبوعہ اشتہارات "تحریک تحفظ عقائد اسلام" کے مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے شائع کئے ہیں۔ ان کا ایک فقرہ بھی رکاکت اور غلاظت کے باعث الفضل میں درج نہیں ہو سکتا (جو بہت کھوج کرید کرنا چاہے وہ تحریک کے مرکزی دفتر شیخوپورہ روڈ لاہور یا صوبائی دفتر گل گشت کالونی ملتان، ملیر کراچی، پشاور سرحد یا مری آباد کوئٹہ سے منگوا کر اپنے تجسس کی تسکین کر لے) ہمیں صرف ان کے عوامی رخ سے غرض ہے اور اس ضمن میں ہم علی الاعلان یہ کہیں گے کہ جس طرح بعض بدقسمت پیدائشی نابینا ہوتے ہیں ویسے ہی یہ میاں صاحب بھی پیدائشی اور خاندانی کذاب ہیں۔ ثبوت چاہئے؟

ان کے باوا عبدالعلیم صدیقی کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے سوانح نگار نے لکھا ہے:

"۱۹۲۷ء میں انڈونیشیا کی سب سے بڑی اسلامی تنظیم جمیعت محمدیہ کے پلیٹ فارم سے عیسائیوں اور قادیانیوں کے خلاف اسلام کی حفاظت کی۔ ۲۹ - ۱۹۲۸ء میں ماریشس میں قادیانی تحریک کا خاتمہ کر دیا اور حزب اللہ کی بنیاد ڈالی"۔

(روزنامہ جنگ لندن ۷ ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۵)

اور ان کے سپوت نورانی میاں نے ۷۰ کی دہائی میں یہ بڑ ہانکی تھی کہ:

"میں مشرقی افریقہ کے ممالک میں ایک لاکھ احمدیوں کو توبہ کرا کے مسلمان بنا آیا ہوں اور اب وہاں احمدیت کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا"۔

اب ان آنکھوں سے اندھے اور کانوں سے بہرے مختوم علیہ حضرات کو کون انگلی پکڑ کر ماریشس اور مشرقی افریقہ لے جائے اور ان سے کہے کہ احمدیہ مساجد اور مشن ہاؤسوں کے ستونوں پر ہاتھ پھیر کر محسوس کرو اور احمدیوں کی تکبیر اور درود و سلام کے نعرے سنو۔ صم، بکم، عمی، انہی کی تعریف میں آیا ہے۔ اور لعنت اللہ علی الکاذبین بھی انہیں کی مدح میں ہے۔ اسی تعارف کے تسلسل میں ان کے خدمت اسلام کے دعووں اور تبلیغی مساعی کی تعلیوں کا حال انہی کے ہم عصر ایک مبصر کی زبان سے سن لیں۔ نورانی میاں کے ایک انٹرویو پر تبصرہ کرتے ہوئے "دی ہیگ" (ہالینڈ) سے "مولانا حافظ عبدالاعلیٰ" نے اعلان کیا تھا:

"مولانا نورانی اور ان کی جمیعت کے سیاسی کیریر سے قطع نظر، انہوں نے امت کو متحد و متفق کرنے کے بجائے مذہبی اختلافات کو نمایاں کیا حتیٰ کہ ان سے اختلاف رکھنے والوں کے پیچھے نمازیں پڑھنی ناجائز قرار دیں۔ آئمہ حرمین کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کے نکاح تک توڑ ڈالے ..... یہ آپ کے بیرونی دوروں کی ہی برکت ہے کہ مساجد میں تالے لگے۔ پولیس جوتوں اور کتوں سمیت مساجد میں داخل ہوئی۔ مقدمات چلے اور اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی ہوئی۔ اس پر طرہ یہ کہ ان دوروں کو آپ تبلیغی دورے شمار کرتے ہیں"۔

اسی مضمون میں آگے چل کر نورانی صاحب کے مسلک اور طور طریقوں کے بارے میں لکھا۔

"مولانا نورانی فرماتے ہیں کہ جتنی تاریخ

KHAYYAMS
SUPPLIERS OF
FROZEN AND FRIED
MEAT SAMOSAS
VEGETABLES
SAMOSAS
CHICKEN SAMOSAS
LAMB BURGERS
KHAYYAMS
286 HAYDONS ROAD
LONDON SW19 9TT
TEL: 081 543 5882
MOBILE: 0860 418 252
KHAYYAMS
PARTIES
CATERED FOR

بقیہ روشن دین تنویر۔ ایک درویش خدامست

تیسرے روز صبح سے ہی پوچھنے لگتے کہ کیا کوئی بس یہاں سے سیدھی ربوہ جاتی ہے۔ ریل پہ جائیں تو کہاں گاڑی تبدیل کرتے ہیں۔ ہمیں کھٹک جاتی کہ حضرت کا جی بھر گیا ہے اب واپسی کا سوچ رہے ہیں۔ ہم عرض کرتے کہ ابھی تو ہمارا اور بچوں کا چاؤ بھی پورا نہیں ہوا۔ ابھی کچھ دن اور ٹھہریئے۔ ہفتہ ختم ہوتا ہے تو میں خود آپ کو کار پر چھوڑ آؤں گا۔ ایک بار ایسی ہی گفتگو کے درمیان فرمایا "مگر الفضل!"۔ میں نے چمک کر بات کاٹی کہ الفضل کو کیا ہو رہا ہے، کوئی اسے اٹھا کر تو نہیں لے جا رہا۔ مسعود اور خورشید زندہ باد۔ خدا اس جوڑی کو سلامت رکھے۔ الفضل نکل رہا ہے اور نکلتا رہے گا۔ اداس ہو گئے اور دھیمی آواز سے ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگے۔ "ہاں یہاں سب کچھ ہے۔ اللہ اور بھی دے گا مگر یہاں دفتر الفضل نہیں۔ یہاں ربوہ کی اذانیں نہیں، یہاں قصر خلافت کی طرف سے یار کی خوشبو نہیں آتی۔ آپ مجھے وہاں چھوڑ آئیں"۔ میں آب دیدہ ہو گیا اور اسی رات انہیں واپس پہنچا آیا۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم

اب قلم کو رک جانا چاہئے۔ ۷۰ء سے میں نے بھلوال ضلع سرگودھا میں ملازمت کر لی تھی۔ اب ہر بار لاہور یا لائل پور جاتے ہوئے ہم ربوہ میں ان کے ہاں چند ساعتیں گزارتے۔ وقفہ لمبا ہو جاتا تو ایسے ہی بغیر کسی تیاری کے گاڑی میں بیٹھتے اور جھپ سے ربوہ آ جاتے۔ ملاقات ہو جاتی تو وہ بھی خوش ہم بھی خوش۔ شاداں و فرحاں واپس ہوتے۔ ایک دن علم ہوا کہ کھانسی کی شکایت زیادہ ہونے پر ہسپتال میں داخل ہو گئے ہیں۔ کچھ ضروری کاموں سے جلد جلد فراغت حاصل کر کے ربوہ جانے کو تیار ہو رہے تھے کہ سیکرٹری نے آ کر بتایا کہ ربوہ سے فون پر اطلاع ملی ہے کہ تنویر صاحب رحلت فرما گئے ہیں۔ سنتے ہی ایسے لگا جیسے بجلی گری ہو۔ میری ٹانگیں ربڑ کی ہو گئیں، سر چکرایا میں وہیں بیٹھ گیا اور دیوانوں کی طرح پکارنے لگا

"تھا ایک ہی تو دوست بتاؤ کدھر گیا"

گو میرا ان سے رشتہ صہر کا تھا لیکن۔ وہ جس سے میں برابر کی سطح پر بات کر سکتا تھا۔ جس کے ذہن کے تار اسی طول موج پر رقص کرتے تھے جس سے میں ہم آہنگ تھا۔ وہ جو مجھے "عزیز از جان" لکھتا تھا آج ربوہ کے قبرستان موصیاں میں آسودہ خاک ہے۔ لوح مزار پہ اسی کا یہ شعر کندہ ہے

اسے بخش دے بخش دے بخش دے
رؤف و رحیم و عزیز و قدیر

کل من علیھا فان۔ و یبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

اب یاد رفتگاں کی بھی ہمت نہیں رہی
یاروں نے کتنی دور بسائی ہیں بستیاں

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔

(مینجر)

"بہشتی زندگی کی بنیاد اسی جہان میں پڑتی ہے اور جہنمی نابینائی کی جڑ بھی اسی جہان کی گندی اور کورانہ زیست ہے" (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

"جو رشتہ نہروں کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے۔ پس جیسا کہ کوئی باغ بغیر پانی کے سرسبز نہیں رہ سکتا۔ ایسا ہی کوئی ایمان بغیر نیک کاموں کے زندہ ایمان نہیں کہلا سکتا"

(مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

Al Fazl International Weekly, London

16 Gressenhall Road, London SW18 5QL (U.K)

ISSN: 1352 9587

TELEPHONE NO. 081-870 8517

FAX NO. 081-870 1095

Vol.1 | Friday, December 9, 1994 | No. 49

Muslim Television Ahmadiyya

Programme Schedule

For Live Transmission from London

9th December 1994 - 22nd December 1994

Tel:+44 81 870 0922
+44 81 870 8517 Ext. 230
Fax:+44 81 870 0684
Telex: 262433 MONREF G
Our Telex Ref: B1292

Friday, 9th December

- 12.45 Tilawat
- 1.00 Comments on News
- 1.20 Darood-o-Salam
- 1.30 FRIDAY SERMON
- 2.40 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
- 2.50 MULAQAT - General Q/A
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Saturday, 10th December

- 11.45 Tilawat
- 12.00 Questions Answers Session with Hazrat Khalifatul Masih IV
- 1.30 MULAQAT
- 2.30 A Discussion By Khuddam ul Ahmadiyya U.K. about their trip to Bosnia
- 3.05 German Programme
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Sunday, 11th December

- 11.45 Tilawat
- 12.00 Questions Answers Session with Hazrat Khalifatul Masih IV
- 1:30 MULAQAT
- 2:30 Letters from London By Aftab Ahmad Khan Sahib Amir U.K.
- 2:50 Hazrat Khalifatul Masih IV's Meeting With Bosnian Muslims Repeat Programme
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Monday, 12th December

- 1.15 Tilawat
- 1.30 MULAQAT - Homeopathy Class
- 2.30 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
- 2.40 "Correct Pronunciation of Poems" Host: Mrs Amtul Bari Nasir Sahiba
- 3.05 "Selection From Our Archive" لائبریری سے انتخاب
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Tuesday, 13th December

- 1.15 Tilawat
- 1.30 MULAQAT - Homeopathy class
- 2:30 Sirat-tun-Nabi ﷺ سیرت النبی ﷺ by Naseer Ahmad Qamar Sahib
- 2.45 Islami Akhlaq اسلامی اخلاق A talk by Laiq Tahir Sahib
- 3.00 Selected Question and Answers
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Wednesday 14th December

- 1.15 Tilawat
- 1.30 MULAQAT. Quran Translation Class
- 2.30 ISLAMIC ETIQUETTE, (Part 12) A talk by Imam Attaul Mujeeb Rashid Sahib
- 3.00 Bosnian Programme
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Thursday, 15th December

- 1.15 Tilawat
- 1.30 MULAQAT. Quran Translation Class
- 2.30 PAGE FROM THE HISTORY, by B. A. Rafiq Khan Sahib
- 3.00 Quiz Programme by Lajna Karachi
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Friday, 16th December

- 12.45 Tilawat
- 1.00 Comments on News
- 1.20 Darood-o-Salam
- 1.30 FRIDAY SERMON
- 2.40 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
- 2.50 MULAQAT - General Q/A
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Saturday, 17th December

- 11.45 Tilawat
- 12.00 Questions Answers Session with Hazrat Khalifatul Masih IV
- 1.30 MULAQAT
- 2.30 German Programme
- 3.00 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
- 3.10 Bosnian Programme
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Sunday, 18th December

- 11.45 Tilawat
- 12.00 Questions Answers Session with Hazrat Khalifatul Masih IV
- 1:30 MULAQAT
- 2:30 Letters from London By Aftab Ahmad Khan Sahib Amir U.K.
- 2:50 Hazrat Khalifatul Masih IV's Meeting With Bosnian Muslims Repeat Programme
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Monday, 19th December

- 1.15 Tilawat
- 1.30 MULAQAT - Homeopathy Class
- 2.30 Selected Sayings of the Holy Prophet ﷺ
- 2.40 "Correct Pronunciation of Poems" Host: Mrs Amtul Bari Nasir Sahiba
- 3.05 "Selection From Our Archive" لائبریری سے انتخاب
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Tuesday, 20th December

- 1.15 Tilawat
- 1.30 MULAQAT - Homeopathy class
- 2:30 Sirat-tun-Nabi ﷺ سیرت النبی ﷺ by Naseer Ahmad Qamar Sahib
- 2.45 Islami Akhlaq اسلامی اخلاق A talk by Laiq Tahir Sahib
- 3.00 Selected Question and Answers
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Wednesday 21st December

- 1.15 Tilawat
- 1.30 MULAQAT. Quran Translation Class
- 2.30 ISLAMIC ETIQUETTE, (Part 12) A talk by Imam Attaul Mujeeb Rashid Sahib
- 3.00 Bosnian Programme
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Thursday, 22nd December

- 1.15 Tilawat
- 1.30 MULAQAT. Quran Translation Class
- 2.30 PAGE FROM THE HISTORY, by B. A. Rafiq Khan Sahib
- 3.00 Medical Matters By Dr Mujeeb ul Haq Sahib
- 3.30 German programme
- 3.50 Tomorrow's Programmes

Please Note

- Our Audio Frequencies:

English / Urdu	7.02 MHz
Arabic	7.20 MHz
Russian	7.56 MHz
French	7.92 MHz

- Programmes or their timings may change without further notice.

تصوف ہے وہ سب فروغ اسلام کے لئے ہے کاش آپ نے اس کی مثالیں بھی دی ہوتیں۔ قوالی جیسی فاحش اور خدا اور رسول کی شریعت کے ساتھ باغیانہ حرکتیں کس نے شروع کیں؟ تجرد کے نام پر اغلام بازی اور امرد لڑکوں سے عشق لڑانا پھر اسے عشق مجازی سے عشق حقیقی کو انتقال کا نام دینا شیطانی حربہ نہیں تو کیا ہے۔ خانقاہیں، آستانے اور دربار بنا کر بدکاریوں کے اڈے کس نے فروغ دیئے۔ اگر یہی فروغ اسلام ہے تو شرک کس بلا کا نام ہے؟"

(روزنامہ جنگ لندن ۱۰ دسمبر ۱۹۹۲ء صہ ۵)

ایسے موقعوں پر جب گھر کے بھیدی لنکا ڈھائیں اور اپنے ہی پردہ دری پر اتر آئیں (ہم غیر ہیں، یہ دونوں مولانا ہمیں کافر قرار دینے پر متحد ہیں) تو سیانے نصیحت کرتے ہیں۔

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

لیکن جہاں بینائی مفقود ہو وہاں دکھائی خاک دے گا اس لئے کم از کم نورانی میاں کا معاملہ تو "چھاج تو بولے سو بولے، چھلنی کیا بولے جس میں نو سو چھید" کا مصداق ہے۔

آیئے اب دیکھیں کہ اپنے اس تازہ ترین بیان میں یہ کیا بولے ہیں:

پہلے افتراء کا انداز یہ ہے:

" قادیانیوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب میں منتقل کر لیا ہے"

گویا یہ کوئی بالکل تازہ واقعہ ہوا ہے جس کا انہوں نے سراغ لگا کر یہ دھماکہ کیا ہے لیکن اس تاثر کو آگے چل کر خود ہی یوں ملیامیٹ کر دیا کہ:

" قادیانیوں کا اسرائیل کے ساتھ تعلقات کا ثبوت ۱۹۷۴ء میں ذوالفقار علی بھٹو کو بھی فراہم کیا گیا تھا"۔

بھلے آدمی! جو حادثہ بیس سال پہلے تمہارے سر کے اوپر سے گزر چکا ہے اب اس پر واویلا کرنے اور اس کے حوالے سے سنسنی پھیلانے کی کوشش چہ معنی دارد۔ چونکہ اسے خوب پتہ ہے کہ دونوں باتیں بکواس ہیں اس لئے لوگوں کو اعتبار دلانے کے لئے یہ تیسرا جھوٹ گھڑا ہے: " اس سلسلے میں میرے پاس ٹھوس ثبوت موجود ہیں"

اب یا تو اس انگریزی دان ملا کو ہیڈ کوارٹر کے معنی نہیں آتے یا شاید اس کے خیال میں ایک ہی تنظیم کے چار ہیڈ کوارٹرز ہو سکتے ہیں۔ ایک قادیان میں، ایک ربوہ میں، ایک لندن میں اور اب ایک تل ابیب میں۔ آخر یہ شخص تل ابیب والے ہیڈ کوارٹر کا پتہ کیوں نہیں دیتا۔ وہاں پر مقیم جماعت احمدیہ کے عالمی سربراہ کے نام سے کیوں شرماتا ہے۔ ہیڈ کوارٹر کی عمارات اور لوح عنوان کی تصویریں ضرور اس کے پاس ہونگی۔ انہیں اخبارات کو کیوں نہیں دیتا اور باقی رہی ٹھوس ثبوت کی بات تو حیرت اس بات پر ہے کہ اس ٹھوس ثبوت کو اپنی گدی کے نیچے چھپا کر اس پر بیٹھ رہنے میں کیا تک ہے۔ اس پر سے اٹھے اور اسے ہوا لگنے دے۔ لوگ دیکھیں، اخبار یں تصویریں شائع کریں۔ شہر شہر اس کی نمائش ہو۔ بیرونی ممالک سے سیاح اسے دیکھنے آئیں۔ خوب واہ واہ ہوگی اور احمدی بے چارے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔ کیا سارے عالم اسلام میں کوئی رجل رشید نہیں رہا جو "مولانا نورانی" کے پاس پوشیدہ اس ٹھوس ثبوت کو برآمد کرا سکے۔ ادھر ادھر جھک مارنے کی بجائے اسلام کی یہ سنجیدہ خدمت کوئی کیوں نہیں کرتا۔ اور آخری خرافات یہ کہ:

" قادیانی پاکستان کو اندر سے کمزور کرنے کے لئے مختلف لسانی و فرقہ وارانہ گروہوں کو رقم فراہم کر رہے ہیں"

یہاں بھی پہلا سوال یہی اٹھتا ہے کہ خود مولانا تو پاکستان کے خیر خواہ ہیں۔ وہ ان گروہوں کا نام کیوں نہیں لیتے جنہیں احمدیوں سے "رقوم" ملی ہیں۔ ایسے ملک دشمن اور غدار لوگوں کو بے نقاب کرنا ملک و قوم کی بہت بڑی خدمت ہے۔ مولانا صاحب اس سے گریزاں کیوں ہیں؟ آخر وہ وزارت داخلہ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اپنے اعتماد میں کیوں نہیں لیتے۔ ان کی فہرست، رقم ادا کرنے والے کا نام اور ٹھوس ثبوت خبر رساں ایجنسیوں کو کیوں فراہم نہیں کرتے۔ کیا اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ اس بیان کو پڑھ کر حکومت وقت انہیں محکمہ پولیس میں ڈی۔ ایس۔ پی لگائے تو پھر یہ پرچہ درج کریں گے۔ بے حیائی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ یہ خود بھی تو ایک لسانی اور فرقہ وارانہ ٹولے کے سردار ہونے کے دعویدار ہیں۔ انہیں کتنی رقم کی پیشکش ہوئی تھی؟ کوئی ہے جو اس جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچائے۔ یا اسے کھلی چھٹی ہے کہ

"بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن"

اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہو گا کہ ملکی سلامتی کے بارے میں ایسی شہادت کو چھپائے رکھنا بھی جرم ہے۔ ہم حیران ہیں کہ حکومت وقت اس فریبی کو تھانے میں الٹا لٹکا کر یہ معلومات کیوں نہیں اگلواتی۔ کیا اس دشمن وطن کو یہ سب کچھ اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کی اجازت دی جائے گی؟۔

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

SPECIALISTS IN 22 & 24 CARAT GOLD JEWELLERY

Khalid JEWELLERS

10 Progress Buildings, 491 Cheetham Hill Road, Cheetham Hill, MANCHESTER M8 7HY

PHONE & FAX 061 795 1170

بقیہ

کھو دیں۔ اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کریں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے"۔

(فتح اسلام)

مبارک اور خوش نصیب ہیں وہ جو مسیح محمدیؑ پر ایمان لا کر اور آپ کی جماعت میں شامل ہو کر اسلام کی زندگی اور اس کے عالمگیر غلبہ کے لئے ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کی سعادت پا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی مساعی کو قبولیت کے شرف سے نوازتے ہوئے عظیم الشان روحانی فتوحات اور کامیابیوں سے نواز رہا ہے۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

Designing & Setting by Khalifa Rawahuddin Ahmad